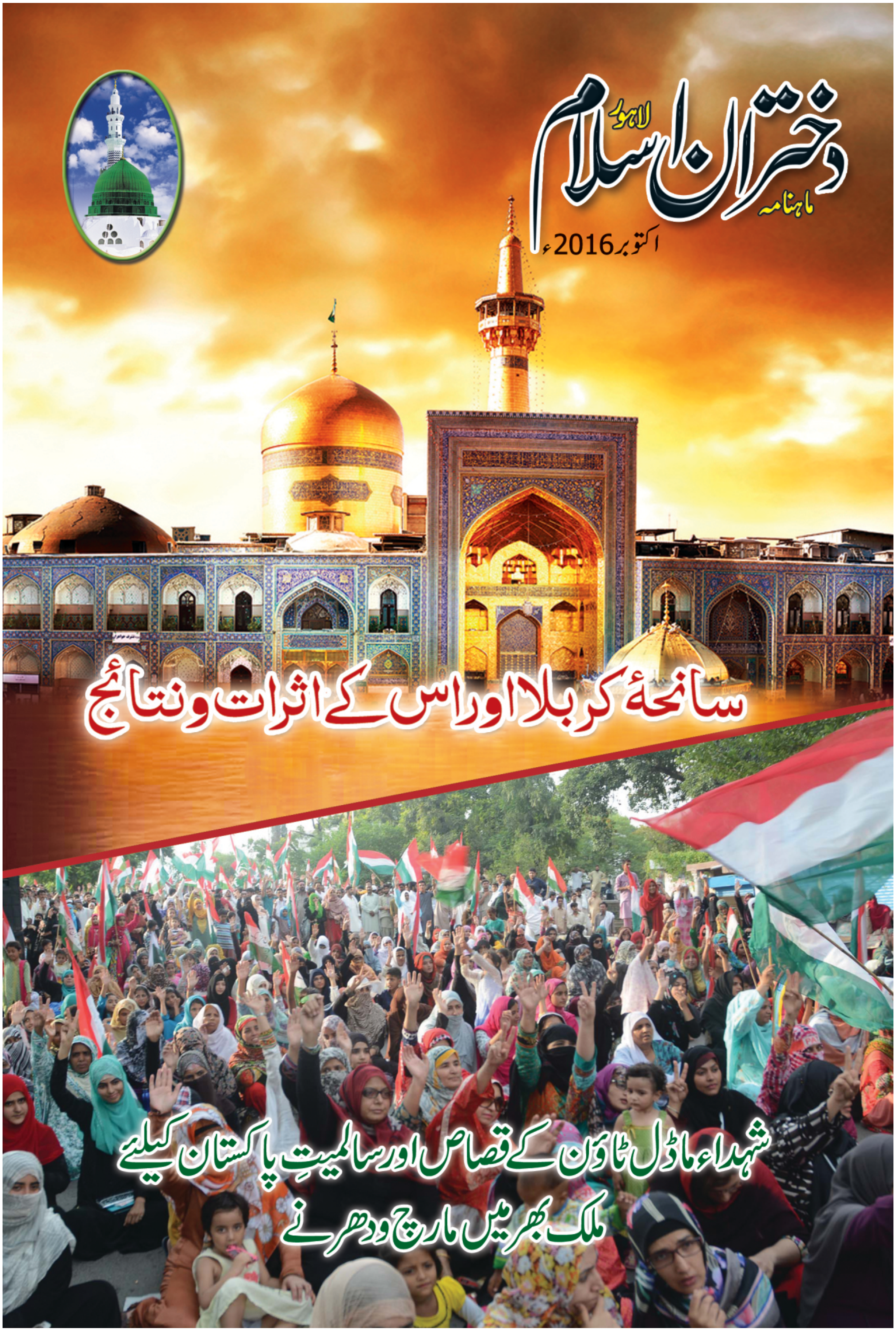
ماہنامہ
دختران اسلام
لاہور
اکتوبر 2016ء
سانحۂ کربلا اور اس کے اثرات و نتائج
شہداء ماڈل ٹاؤن کے قصاص اور سالمیتِ پاکستان کیلئے
ملک بھر میں مارچ و دھرنے

شہداء ماڈل ٹاؤن کے قصاص اور سالمیتِ پاکستان کیلئے ملک بھر میں دھرنے

راولپنڈی

گوجرانوالہ

ڈیرا اسماعیل خان

ملتان

خواتین میں بیداریٔ شعور و آگہی کیلئے کوشاں
ماہنامہ دخترانِ اسلام لاہور

جلد: 23 شمارہ: 10 محرم ۱۴۳۸ھ / اکتوبر 2016ء

زیرِ سرپرستی
بیگم رفعت جبین قادری

چیف ایڈیٹر
قرۃ العین فاطمہ

مجلس مشاورت
صاحبزادہ مسکین فیض الرحمن درانی
خرم نواز گنڈاپور
احمد نواز انجم
جی ایم ملک
منظور حسین قادری
سرفراز احمد خان
غلام مرتضیٰ علوی
نور اللہ صدیقی
فرح ناز

ایڈیٹوریل بورڈ
رافعہ علی
عائشہ شبیر
سعدیہ نصر اللہ
راضیہ نوید

مینجنگ ایڈیٹر
صاحبزادہ محمد حسین آزاد

اسسٹنٹ ایڈیٹرز
نازیہ عبدالستار
ملکہ صبا

ناشر
علامہ محمد معراج الاسلام

کمپیوٹر آپریٹر
محمد اشفاق انجم

ٹائیٹل ڈیزائنر
عبدالسلام

فوٹوگرافی
محمود الاسلام قاضی

کتابت
محمد اکرم قادری

فہرس

اداریہ۔۔(سانحہ ماڈل ٹاؤن پر انصاف کے حصول کیلئے پاکستان عوامی تحریک کی عالمی اداروں میں دستک)		5
تحریک قصاص و سالمیت پاکستان	ڈاکٹر محمد طاہر القادری	7
سانحہ کربلا اور اس کے اثرات و نتائج	نازیہ عبدالستار	11
رسول اللہ ﷺ کا خلق، خلق عظیم ہے	ڈاکٹر ابوالحسن الازہری	23
ام المومنین حضرت جویریہ بنت الحارثؓ	نواز رومانی	31
خلیفہ دوم امیر المومنین حضرت سیدنا عمر فاروقؓ	محمد طاہر	37
فروغ اسلام میں حائل منافقانہ کردار	محمد حسین آزاد	43
اسلام کا تصورِ تربیت	ملکہ صبا	47
الفیوضات المحمدیہ		51
گلدستہ		52
پاکستان عوامی تحریک اور منہاج القرآن ویمن لیگ کی سرگرمیاں		54

ترسیلِ زر کا پتہ: منی آرڈر / چیک / ڈرافٹ بنام حبیب بنک لمیٹڈ منہاج القرآن برانچ اکاؤنٹ نمبر 01970014583203 ماڈل ٹاؤن لاہور

بدل اشتراک: آسٹریلیا، کینیڈا، مشرقِ بعید، امریکہ: 15 ڈالر مشرقِ وسطیٰ، جنوب مشرقی ایشیا، یورپ، افریقہ: 12 ڈالر

قیمت فی شمارہ -/35 روپے

سالانہ خریداری -/350 روپے

رابطہ: ماہنامہ دخترانِ اسلام 365 ایم ماڈل ٹاؤن لاہور
فون نمبرز: 3-042-5169111 فیکس نمبر: 042-5168184
Visit us on: www.minhajsisters.com E-mail:sisters@minhaj.org

﴿فرمان الٰہی﴾

وَ لَا تُجَادِلُوْٓا اَهْلَ الْكِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ۖ اِلَّا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ وَقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِالَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَاُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَاِلٰهُنَا وَاِلٰهُكُمْ وَاحِدٌ وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ. وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ ۭ فَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ۚ وَمِنْ هٰٓؤُلَاۗءِ مَنْ يُّؤْمِنُ بِهٖ ۭ وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا الْكٰفِرُوْنَ.

”اور (اے مومنو!) اہلِ کتاب سے نہ جھگڑا کرو مگر ایسے طریقہ سے جو بہتر ہو سوائے ان لوگوں کے جنہوں نے ان میں سے ظلم کیا، اور (ان سے) کہہ دو کہ ہم اس (کتاب) پر ایمان لائے (ہیں) جو ہماری طرف اتاری گئی (ہے) اور جو تمہاری طرف اتاری گئی تھی اور ہمارا معبود اور تمہارا معبود ایک ہی ہے اور ہم اسی کے فرمانبردار ہیں۔ اور اسی طرح ہم نے آپ کی طرف کتاب اتاری، تو جن (حق شناس) لوگوں کو ہم نے (پہلے سے) کتاب عطا کر رکھی تھی وہ اس (کتاب) پر ایمان لاتے ہیں، اور اِن (اہلِ مکّہ) میں سے (بھی) ایسے ہیں جو اس پر ایمان لاتے ہیں، اور ہماری آیتوں کا اِنکار کافروں کے سوا کوئی نہیں کرتا“۔

(ترجمہ عرفان القرآن)

﴿فرمان نبوی ﷺ﴾

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ؓ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ يَقُوْلُ: إِنَّ أَوَّلَ مَا يُحَاسَبُ بِهِ الْعَبْدُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ عَمَلِهِ صَلَاتُهُ، فَإِنْ صَلُحَتْ فَقَدْ أَفْلَحَ وَأَنْجَحَ، وَإِنْ فَسَدَتْ، فَقَدْ خَابَ وَخَسِرَ، فَإِنِ انْتَقَصَ مِنْ فَرِيْضَتِهِ شَيْءٌ، قَالَ الرَّبُّ ﷻ: انْظُرُوْا، هَلْ لِعَبْدِي مِنْ تَطَوُّعٍ؟ فَيُكَمَّلُ بِهَا مَا انْتَقَصَ مِنَ الْفَرِيْضَةِ، ثُمَّ يَكُوْنُ سَائِرُ عَمَلِهِ عَلَى ذٰلِكَ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَه.

”حضرت ابو ہریرہ ؓ روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضور نبی اکرم ﷺ سے سنا: قیامت کے دن بندے سے (سب سے) پہلے جس عمل کا حساب ہوگا وہ نماز ہے، اگر یہ صحیح ہوا تو وہ کامیاب ہوا اور نجات پا گیا اور اگر یہ ٹھیک نہ ہوا تو بندہ ناکام ہوا اور اس نے نقصان اٹھایا پھر اگر فرض نماز میں کچھ کمی رہ گئی تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیا میرے بندے کے پاس کوئی نفل ہے؟ پھر اس سے فرض کی کمی پوری کی جائے گی، پھر تمام اعمال کا اسی طرح حساب کتاب ہو گا (یعنی فرض اعمال کے نہ ہونے کی صورت میں نوافل سے کمی پوری کی جائے گی)۔“

(المنہاج السوی من الحدیث النبوی ﷺ، ص ۲۰۸)

حمد باری تعالیٰ

مقصد تخلیق ہم پر کیا کھلا
نطقِ حمد ربی الاعلیٰ کھلا
میری پیشانی کے ہر سجدے میں ہے
عبد اور معبود کا رشتہ کھلا
خاک و باد و آب و آتش یہ وجود
ہے تیرا اعجاز سر تا پا کھلا
جب کبھی دیکھا ازل سے تا ابد
لفظ کن کا ایک اک نکتہ کھلا
دیکھ کر عرش بریں کی رفعتیں
راز مجھ پر ہر بلندی کا کھلا
مسکراتی جب گلستان میں کلی
جو ہر قدرت نظر آیا کھلا
رہنما جب سے ہوا تیرا حبیبؐ
مجھ پہ منزل کا ہر اک رستہ کھلا
کچھ نہ تھا امید رحمت کے سوا
نامہ اعمال جب میرا کھلا
تیری رحمت نے لیا آغوش میں
منبع اشکِ ندامت کیا کھلا
یہ بھی سنت ہے تیرے رب کی نعیم
رکھنا اپنے دل کا دروازہ کھلا

(نعیم میرٹھی)

نعت رسول مقبول ﷺ

شوقِ کوئے رسولؐ رکھتا ہوں
صحنِ دل میں یہ پھول رکھتا ہوں

آستانِ رسولؐ سے نسبت
زندگی کا اصول رکھتا ہوں

میں ہوں وہ خوش نصیب، دامن میں
دشتِ طیبہ کی دھول رکھتا ہوں

قبر میں اک جواب کافی ہے
حُبِّ آلِ بتول رکھتا ہوں

ذکر سرکارؐ سے دل و جاں پر
رحمتوں کا نزول رکھتا ہوں

معجزہ عشق کی رسائی کا
پیشِ اہل عقول رکھتا ہوں

میں جو ہوں آج ان سے وابستہ
فکرِ فردا فضول رکھتا ہوں

دامنِ قطبؔ ہے بہار افزا
کچھ عقیدت کے پھول رکھتا ہوں

(خواجہ غلام قطب الدین فریدی)

خواب

فرموداتِ علامہ اقبالؒ

وہ کل کے غم و عیش پہ کچھ حق نہیں رکھتا
جو آج خود افروز و جگر سوز نہیں ہے
وہ قوم نہیں لائق ہنگامۂ فردا
جس قوم کی تقدیر میں امروز نہیں ہے!

(کلیاتِ اقبال: ضربِ کلیم، ص1024)

تعبیر

ارشاداتِ قائداعظمؒ

میں چاہتا ہوں کہ آپ بنگالی، پنجابی، سندھی، بلوچی اور پٹھان وغیرہ کی اصطلاحوں میں بات نہ کریں میں مانتا ہوں کہ یہ اپنی اپنی وحدتیں ہیں لیکن میں پوچھتا ہوں کیا آپ وہ سبق بھول گئے ہیں جو تیرہ سو سال قبل آپ کو سکھایا گیا تھا پس یہ کہنے کا کیا فائدہ ہے کہ ہم پنجابی ہیں، ہم سندھی ہیں، ہم پٹھان ہیں؟ نہیں ہم مسلمان ہیں۔

(جلسہ عام ڈھاکہ، 21 مارچ 1948ء)

تکمیل

افکارِ شیخ الاسلام مدظلہ

اے امیر شہر! جہاں لوگ لہو بیچ کر روٹی کے لقمے کو ترس رہے ہیں جہاں عزتیں بیچ کر جینا مانگ رہے ہیں، جہاں کسی کی جان، مال اور عزت کی حفاظت نہیں۔ عدل و انصاف عدالتوں میں نہیں ملتا، کرسیوں پر بیٹھنے والے عدل کو بیچنے والے ہیں، ہر طرف ضمیر فروشی ہے۔ جب حالات یہ ہیں تو امیر شہر بتا جس ''جمہوریت'' کے تم راگ الاپ رہے ہو کیا ان حالات میں یہ فرسودہ نظام قابل عمل ہے۔ کیا اس فرسودہ نظام کو اس قوم و ملک پر مسلط کرنا حلال کے درجہ میں آئے گا یا حرام کے درجے میں ٹھہرے گا؟ کیا یہ جمہوریت، آئین اور قانون ہے؟ افسوس! یہاں آئین، قانون اور جمہوریت ماتم کناں ہیں کہ کوئی حق، کوئی ضابطہ، کوئی اصول یہاں کارفرما نہیں۔ یہاں نہ آئین بچا، نہ قانون بچا اور نہ جمہوریت بچی۔

(خطاب شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری مدظلہ العالی، بعنوان پاکستان اور حقیقی جمہوریت، ماہنامہ منہاج القرآن، ستمبر 2015ء)

سانحہ ماڈل ٹاؤن پر انصاف کے حصول کیلئے پاکستان عوامی تحریک کی عالمی اداروں میں دستک

پاکستان عوامی تحریک کے قائد ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے 17 ستمبر 2016 کو لندن میں پریس کانفرنس کی، جس میں پاکستان کے الیکٹرانک و پرنٹ میڈیا کے موقر صحافی و نمائندے موجود تھے ۔ ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے سانحہ ماڈل ٹاون کے ذمہ داروں کو عالمی اداروں کے کٹہرے میں لانے کے حوالے سے تفصیلات میڈیا کو بتائیں۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان میں ادارے حکمرانوں کی گرفت میں ہیں اور انہوں نے انصاف کا قتل کر رکھا ہے ۔ سانحہ ماڈل ٹاون کا بروقت انصاف نہ ملنے پر ہمیں آج بین الاقوامی اداروں میں دستک دینا پڑی۔ ہم پاکستان میں بھی انصاف کی جنگ لڑ رہے ہیں اور بین الاقوامی اداروں میں بھی انصاف کے حصول کی جنگ لڑیں گے ۔ بین الاقوامی اداروں میں انصاف کا دروازہ اس لیے کھٹکھٹایا ہے کہ یہ انسانی حقوق کا مسئلہ ہے۔ انٹرنیشنل کریمنل کورٹ سمیت ہالینڈ میں دی ہیگ، فرانس اور برطانیہ میں انصاف کے دیگر فورمز پر سانحہ ماڈل ٹاون کا مقدمہ دائر کرنے جا رہے ہیں۔ اگر پانامہ لیکس کے انکشافات سے پاکستان عالمی سطح پر بدنام نہیں ہوا تو انصاف مانگنے سے کیوں ہوگا۔

سوا دو سال گزرنے کے بعد بھی اس مقدمے میں انصاف کا قتل عام کیا جا رہا ہے ۔ جس میں ٹی وی چینلز کے کیمروں کے سامنے 12 گھنٹوں تک معصوم بے گناہ انسانوں کا قتل عام کیا گیا۔ نہتی خواتین کو سیدھی گولیاں ماری گئیں۔ حکمرانوں نے خود اپنے ہی بنائے ہوئے سرکاری کمیشن جسٹس باقر نجفی کی رپورٹ کو بھی دبا لیا، جس میں شہباز شریف کو براہ راست قتل عام کا ذمہ دار ٹھہرایا گیا تھا۔ آج وزیراعظم نواز شریف کے ہاتھ بے گناہوں کے خون سے رنگے ہیں۔ وہ سانحہ ماڈل ٹاؤن میں براہ راست ملوث ہیں۔ پاکستانی شہریوں کا قتل عام کرنے والا وزیراعظم یو این او میں کس منہ سے کشمیریوں کی بات کرے گا۔ دوسری جانب آج ملک میں انصاف دلانے والا کوئی مسیحا نہیں، مسیحائی کرنے والے خود شہید ہو چکے ۔

عالمی ادروں میں کیس دائر کرنے کے حوالے سے ڈاکٹر طاہرالقادری نے مزید کہا کہ ہم ریاست پاکستان نہیں شریف برادران کی حکومت کے خلاف انصاف کے عالمی فورم سے رجوع کررہے ہیں۔ ہم برطانیہ میں انگلش ہائی کورٹ کے ٹارچر کنونشن 1984 پر ماڈل ٹاون کا مقدمہ دائر کرنے پر غور کر رہے ہیں۔ اس طرح یو این او کی ہیومن رائٹس کونسل اور انٹرنیشنل کریمینل کورٹ میں بھی سانحہ ماڈل ٹاؤن کیس کے لیے لاء فرم کی خدمات حاصل کر لی ہیں، مناسب وقت پر نام بتا دیں گے ۔

ڈاکٹر طاہرالقادری نے کہا کہ سانحہ ماڈل ٹاؤن پر قتل عام کے مرکزی کردار اور اسوقت وزیراعلی پنجاب کے پرنسپل سیکرٹری توقیر شاہ کو سوئٹزرلینڈ جنیوا میں ڈبلیو ٹی او میں ایمبیسڈر لگوا دیا گیا۔ ان سمیت دیگر پولیس افسران ڈی آئی جی رانا عبدالجبار، ایس پی سلمان شاہ، ایس پی عبدالرحیم شیرازی، ایس پی عمر ریاض چیمہ کو دو دو سال کے لیے محکمانہ ٹریننگ کے نام پر پاکستان سے فرار کروا دیا گیا۔ اب یہ پولیس افسران ان ممالک میں سیاسی پناہ کے کیس تیار کروا رہے ہیں۔ شریف برادران کو ڈر ہے کہ پاکستان میں رہ کر کہیں یہ ان کے خلاف وعدہ معاف گواہ نہ بن جائیں۔

ڈاکٹر طاہرالقادری نے کہا کہ شریف برادران ملک وقوم اور پاکستان کی سالمیت کے لیے خطرہ ہیں۔ دہلی میں موجود پاکستانی ہائی کمیشن کو وفاقی حکومت کے آرڈرز ہیں کہ پاکستان آنے والے بھارتیوں کے فوری ویزے لگا دیئے جائیں۔ رمضان شوگر مل انتظامیہ کی درخواست پر بھارتی شہری شری در کو 10 سال کا ملٹی پل ویزا دیا گیا، حالانکہ اتنی طویل مدت کا ویزہ دینے کا دونوں ملکوں میں کوئی قانون ہی موجود نہیں۔ اسطرح میں نے ایسے ہی 300 انڈینز کی نشاندہی کی جن میں سے 50 کی فہرست بھی جاری کی آج تک اس کی تردید نہیں آئی۔ جو اس بات کا ثبوت ہے کہ میں نے حقائق پیش کیے ہیں۔

بھارتیوں کے پاکستان آنے پر ڈاکٹر قادری نے مزید کہا کہ انہوں نے شریف برادران پر الزام نہیں لگایا، ثبوت کے طور پر ڈاکومنٹس بھی پیش کر دیئے ہیں اگر یہ معلومات اور ڈاکومنٹس غلط ہیں تو وہ معذرت کر کے اپنی غلطی تسلیم بھی کر لیں گے ۔ لیکن اب ملکی ادارے شریف برادران کے خلاف ایکشن کیوں نہیں لے رہے ، یہ ایک الگ سوال ہے ۔

پنجاب میں رینجرز آپریشن پر انہوں نے کہا کہ پاکستان میں جب تک دہشت گردوں کے سہولت کار اقتدار میں بیٹھے ہیں تو ملک سے دہشتگردی ختم نہیں ہوسکتی۔ پنجاب کو دہشت گردوں کا نظریاتی بیس کیمپ بنادیا گیا۔ پنجاب حکومت نے ابھی تک رینجرز کو آپریشن کے اختیارات نہیں دیئے ۔ یہ اختیارات دینے سے پہلے درجہ اول کے سینکڑوں دہشت گردوں کو بھگا دیا گیا۔ اب رینجرز آئے گی تو وہ ان دہشت گردوں کو تلاش کرتی پھرے گی ۔ شریف برادران رینجرز کو صرف گمشدہ دہشتگردوں کی تلاش کے کام تک محدود رکھنا چاہتے ہیں۔

ایک سوال کے جواب میں ڈاکٹر طاہرالقادری نے کہا کہ اسلامی نظام کا مرکزی نقطہ انصاف ہے ہماری جدوجہد انصاف کیلئے ہے ۔ دہشت گردوں اور انصاف کے قاتلوں کے سامنے کبھی سمجھوتہ اور سرنڈر نہیں کرونگا۔ 20 سال تک حتی کہ جتنا عرصہ مرضی لگ جائے مگر ماڈل ٹاؤن کا کیس لڑیں اور قصاص کے مطالبے سے پیچھے نہیں ہٹیں گے ۔ انہوں نے کہا کہ میں جدوجہد پر یقین رکھتا ہوں۔ زندگی میں کبھی مایوس نہیں ہوا۔ آخری سانس اور مرتے دم تک انصاف کیلئے جدوجہد جاری رہے گی۔ آخر میں انہوں نے کہا کہ وہ اخراجات کیلئے اپنے کارکنوں سے فی کس 10 یورو کی اپیل بھی کریں تو عالمی اداروں میں دائر مقدمات کے اخراجات پورے ہو جائینگے ۔

راولپنڈی میں قصاص واحتساب مارچ

قائد عوامی تحریک ڈاکٹر محمد طاہر القادری کا خصوصی خطاب

ترتیب وتدوین: محمد حسین آزاد / معاونت: نازیہ عبدالستار

میرے کارکنو! آپ میری عزت ہیں، آپ کی وجہ سے میرا عزم ہے حوصلہ ہے آپ کی وجہ سے میں زندہ ہوں۔ اللہ پاک آپ کو تاقیامت سلامت رکھے۔ آپ جیسے کارکن پاکستان کے قیام کے زمانے کو چھوڑ کر اس کے بعد 70 سال میں ماؤں نے آپ جیسے کارکن پیدا نہیں کئے۔ میرے پیارے کارکنو آپ میرے دل کی دھڑکن ہیں۔ میں آپ کی ماؤں کو سلام کرتا ہوں ان کی عظمت کو جنہوں نے آپ کو جنا۔ آپ کے والدین کو سلام کرتا ہوں جنہوں نے آپ کی پرورش کی۔ آپ میں سے کئی بچپن میں میرے پاس آئے کئی لڑکپن میں آئے کئی جوانی میں آئے کئی بڑھاپے میں آئے۔ میں نے آپ کی فکری تربیت کی۔ آپ کو پرامن بنایا۔ پرعزم بنایا پر علم بنایا پر عمل بنایا۔ پروقار بنایا، اللہ پر توکل سکھایا، یقین سکھایا، یہ سکھایا کہ جھکنا نہیں یہ سکھایا کہ بکنا نہیں یہ سکھایا کہ ڈرنا نہیں یہ سکھایا کہ پیچھے ہٹنا نہیں اور بڑھتے رہنا ہے۔ وقت کے ہر فرعون کو للکارنا ہے، ہر قارون کی دولت کو ٹھکرانا ہے، وقت کے ہر یزید کے تخت کو جوتوں کی نوک پر لکھنا ہے۔ میں نے آپ کو سکھایا کہ حضرت علیؓ کی طرح جیو اور مرو تو امام حسینؓ کی طرح مرو۔ آج اپنے رب کو گواہ بنا کر پنڈی کی سرزمین پر کہتا ہوں جو کچھ میں نے آپ کو پڑھایا تھا سکھایا تھا اور 34,35 سال تربیت کی یا بعض کو 15,10 سال ملے یہ عمر جو لگائی آپ نے اس کا حق ادا کردیا۔ میں قبر میں بھی اور قیامت کے دن بھی آپ کو بھول نہیں سکتا۔ میرا پروگرام آپ کو معلوم ہے اور اسی طرح بیٹیوں کی بات کرلوں۔

میری بیٹیو! میری بہنو! آپ کی عظمت کو لاکھوں سلام۔ اللہ کی عزت کی قسم! آپ کے سروں پر جو مقدس دوپٹے ہیں میں ان مقدس دوپٹوں کو سلام کرتا ہوں آپ کے لئے دعائیں کرتا ہوں آپ جیسی بیٹیاں بھی لوگ دنیا میں ترسیں گے کہ کسی کے گھر پیدا ہوں۔ آپ کو معلوم ہے کہ یہ ہماری قصاص اور سالمیت پاکستان کی تحریک ہے اور قصاص اور سالمیت پاکستان مارچ۔ اس کا پہلا فیز اور پہلا راؤنڈ ہے۔ جس کی ابتداء 17 جون کو مال روڈ سے ہوئی۔ رمضان المبارک کے بعد اس کو تحریک کی شکل دی۔ 6 اگست کو ملک بھر میں 7 شہروں میں

آپ نے بہت عظیم دھرنے دیئے میں نے وڈیو لنک سے خطاب کیا خود نہیں آیا۔ پہلے فیز کی پالیسی یہ تھی۔ قصاص اور سالمیت پاکستان کے تین فیز ہیں اور نواز شریف صاحب آپ کو بھی بتا رہا ہوں۔ شہباز شریف صاحب آپ کو بھی بتا رہا ہوں حکمرانوں اور میڈیا کو بتا رہا ہوں، عوام کو بتا رہا ہوں پاکستان کے 19,18 کروڑ لوگوں کو بتا رہا ہوں۔ اس تحریک کے تین مرحلے ہیں۔ تین راؤنڈ ہیں پہلے راؤنڈ کا فیصلہ یہ تھا کہ میں خود شرکت نہیں کروں گا۔ وڈیو لنک سے خطاب کروں گا۔

آج پہلے راؤنڈ کا آخری اجتماع ہے۔ دو راؤنڈ اس کے باقی ہیں۔ وہ دو راؤنڈ ہمارے ہاتھ میں ہیں۔ ہماری مٹھی میں ہیں جس وقت چاہیں گے مٹھی کھول دیں گے۔ یہ ہمارے اختیار میں ہے جس وقت چاہیں گے فیصلہ کریں گے اور یہ بتادوں اور ہم یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ زندگی بھیک میں نہیں ملتی۔ زندگی بڑھ کر چھینی جاتی ہے اور یہ بتادوں جہاں سلطنت شریفیہ کا اقتدار اور ان کی ملوکیت ہے۔ یہاں انصاف بھیک میں نہیں ملے گا انصاف بھی بڑھ کر چھینا جائے گا اور ہم جانتے ہیں کہ انصاف کو بڑھ کر کیسے چھینتے ہیں۔ میں آپ کو بتا رہا تھا پھر 20 اگست کو پورے ملک میں ریلیز ہوئیں اور دھرنے ہوئے اور ملک میں 105 شہروں میں بیک وقت پاکستان کی تاریخ کا ریکارڈ ہے۔

جبکہ میں کہیں بھی موجود نہیں تھا اور وڈیو لنک پر خطاب کر رہا تھا۔ آپ نے احتجاج کئے اور لاکھوں کی تعداد میں مجموعی طور پر پاکستان کے 105 شہروں میں سمندر امنڈ آئے آپ نے حق ادا کیا پھر 21 کو دھرنے ہوئے اور احتجاج ہوا پھر 25 کو دھرنے ہوئے۔ مختلف جگہوں پر کبھی لاہور کبھی گوجرانوالہ کبھی ملتان کبھی ڈیرہ غازی خان کبھی کراچی کبھی کوئٹہ کبھی حیدر آباد کبھی لاڑکانہ کبھی نواب شاہ کبھی سکھر کبھی کہیں۔ الغرض ملک میں کونے کونے میں جبکہ کہیں میں بھی موجود نہیں تھا۔ آپ نے حق ادا کیا۔ آج کے اجتماع، ریلی اور مارچ پر ہمارا پہلا راؤنڈ ختم ہونا تھا۔ پروگرام کے مطابق کل رات پونے 12 بجے تک آدھی رات تک میرا پنڈی میں خود شریک ہونے کا کوئی فیصلہ نہیں تھا۔ ساری دنیا کو معلوم تھا کہ میں وڈیو لنک کے ذریعے خطاب کروں گا۔ 12 بجے میں سوچ رہا تھا میرے دل نے کہا کہ چونکہ میرے بیٹوں نے میری بیٹیوں نے میری بہنوں نے میرے بھائیوں نے میری ماؤں نے میرے بزرگوں نے بوڑھوں نے نوجوانوں نے ظالموں کو للکانے کا اور میری عدم موجودگی میں اٹھ کھڑے ہونے کا حق ادا کر دیا ہے۔

لہذا میں نے بنفس نفیس شرکت کرنے کا فیصلہ کیا اور آج آپ نے 23 دسمبر 2012ء کا مینار پاکستان کا منظر پیش کر دیا ہے اور جنوری 2013ء کے لانگ مارچ کی یاد تازہ کر دی ہے۔ آپ نے 75 دن 2014ء کے دھرنے اسلام آباد کا سمندر یاد دلا دیا ہے۔ یہ ٹھاٹھے مارتا ہوا سمندر جس کا نہ کوئی کنارہ ہے نہ کوئی حد ہے۔ جبکہ 5 منٹ کا فاصلہ تھا مگر دو گھنٹے گاڑی چلتی رہی اور یہاں سٹیج پر پہنچا ہوں۔ زندگی میں ایسا منظر دیکھنے میں

بہت کم ملتا ہے۔ رات 12 بجے اعلان کیا کہ میں خود شرکت کروں گا آپ میں سے اکثر سوئے ہوئے ہوں گے صبح آپ کو پتہ چلا ہوگا چند گھنٹوں میں لہریں اٹھیں اور دریا اٹھے اور سمندر بنتے چلے گئے یہاں پوری دنیا ورطہ حیرت میں پڑ گئی۔ کاش کوئی اس سمندر کے کنارے کو دنیا کو دکھا سکے۔

آپ کو مبارکباد دیتا ہوں میں نے سوچا کہ پروگرام میرا جانے کا نہیں ہے لیکن کارکنوں نے جو قربانی دی ہے وفا کا جو حق ادا کیا ہے۔ میں نے جب بلایا اٹھ کر آئے ہیں وہ کبھی تھکے نہیں کبھی تنگ نہیں پڑے، کبھی پریشان نہیں ہوئے جو کہا انہوں نے مانا تن من دھن کی بازی لگادی۔ جان لگادی مال لگادیا ہمارے پاس پانامہ لیک کردار نہیں ہیں جو انوسٹمنٹ کریں۔ انویسٹر کوئی نہیں ہے پوری تحریک میں نہ ملک کے اندر نہ ملک سے باہر فقط کارکن ہیں۔ یہاں بھی اور بیرونی دنیا میں فقط کارکن ہیں۔ وہ گھر بیچتے ہیں زیور بیچتے ہیں، اپنا کمایا ہوا مال لگاتے ہیں، جانیں دیتے ہیں، شہادتیں دیتے ہیں مگر نہ تھکتے ہیں نہ شکوہ کرتے ہیں۔ اللہ کی عزت کی قسم! آپ کی قربانیوں کو دیکھ کر میرے دل نے کہا میں صرف آپ کو اپنا پیار دینے آپ کا شکریہ ادا کرنے آپ کے حوصلوں کو بلند کرنے خود جاتا ہوں کیونکہ آخری اجتماع ہے پہلے فیز کا میں آپ کے چہروں کو دیکھوں گا میرا دل جگمگا اٹھے گا۔

میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ ہم پرامن لوگ ہیں۔ قانون پسند لوگ ہیں میں نے ایک دن پہلے بھی کہا تھا اور آج دہرا رہا ہوں۔ نواز شریف صاحب اور شہباز شریف صاحب ہمیں کمزور مت سمجھیں۔ ہم انصاف کی بھیک جاکر کہیں سے نہیں مانگیں گے میں نے کہا جنرل راحیل شریف صاحب نے یہ وعدہ کیا تھا کہ ماڈل ٹاؤن کے شہیدوں کا انصاف ملے گا۔ اس لئے میں نے کہا کہ جنرل راحیل شریف یہ آپ کی ذمہ داری ہے کیونکہ FiR آپ نے کٹوائی اور مجھ سے وعدہ کرتے ہوئے یہ جملہ بولا کہ آپ کو ماڈل ٹاؤن کے شہیدوں کا انصاف ضرور ملے گا۔ وہ انصاف نواز شریف شہباز شریف کے اقتدار میں بیٹھے ہوئے کسی ادارے سے نہیں ملنا آپ جارہے ہیں آپ کی ریٹائرمنٹ قریب ہے آپ کا وعدہ کب وفا ہوگا میں بھیک نہیں مانگتا۔ آپ شریف آدمی ہیں میں بھی شریف آدمی ہوں۔ یاد دلاتا ہوں آپ نے ریٹائرمنٹ لی۔ اس سے پہلے آپ جائیں یہ آپ کا اپنا فیصلہ ہے ریٹائرمنٹ کا۔ اس میں ہماری کوئی مداخلت نہیں ہے اگر آپ ریٹائر ہوکر گھر چلے گئے اور 14 شہیدوں کا انصاف آپ دلاسکتے ہیں۔ 90 جسموں کو گولیوں سے چھلنی کیا گیا آپ ان یتیموں کو انصاف دلاسکتے ہیں۔ ان بیوگان کو انصاف دلاسکتے ہیں۔ ان شہیدوں کی روتی ہوئی ماؤں کو انصاف دلاسکتے ہیں۔ ان یتیم بچوں کو انصاف دلاسکتے ہیں۔ اگر آپ نے انصاف نہ دلایا تو سوچیں اللہ کے حضور کیا جواب دیں گے۔

آپ کے سوچنے کے لئے چھوڑ رہا ہوں۔ میں قوم کو بتانا چاہتا ہوں نواز شریف اور شہباز شریف کو بتانا

چاہتا ہوں ہم بھیک نہیں مانگ رہے۔ نہ پاک فوج سے نہ جنرل راحیل شریف صاحب سے ہم بھکاری نہیں ہیں ہم بھیک صرف اللہ کی بارگاہ سے مانگتے ہیں۔ میں صرف اللہ کا بھکاری ہوں کسی اور کے سامنے زندگی میں کبھی دامن نہیں پھیلایا۔ میں نے وعدہ یاد دلایا ہے ان کا فرض منصبی ہے دہشت گردی کے خلاف ضرب عضب، جنگ کررہے ہیں جہاد کررہے ہیں کامیاب ہورہے ہیں یہ سب سے بڑی ریاستی دہشت گردی ہے جو ماڈل ٹاؤن میں ہوئی ہے۔ میں نواز شریف صاحب آپ کو بتانا چاہتا ہوں بھیک کہیں سے نہیں مانگیں گے۔ہمیں انصاف و قصاص لینا آتا ہے۔ یہ ہماری اپنی حکمت عملی ہے اگر لینا چاہیں 7 دن میں خود لے سکتے ہیں۔ مجھے صرف تاریخ دینی ہے مجھے نہیں لگتا ہے پھر انصاف 7 دن سے زیادہ ٹائم لے گا۔ یہ حق اپنے پاس محفوظ رکھتا ہوں۔

یہ کارکن شیر ہیں یہ کارکن اللہ کی مدد و نصرت کے ساتھ حسینیؓ ہیں۔ یہ کربلا کے مسافر ہیں، یہ بیٹیاں سیدہ زینبؓ کی باندیاں ہیں انہوں نے حضرت علیؓ سے جینا بھی سیکھا ہے اور امام حسینؓ سے مرنا بھی سیکھا ہے۔مگر ہم بدامنی بھی نہیں پھیلانا چاہتے۔ میں کہہ دوں کارکنوں کو انصاف خود لے لو میں خانہ جنگی نہیں چاہتا ملک میں، میں نے پوری زندگی امن کے فروغ میں گزاری ہے۔ میں نے دہشت گردی کے خلاف فکری نظریاتی جنگ لڑی ہے۔ میں نے ان کے خلاف فتویٰ دیا ہے 25 کتابیں لکھی ہیں۔ امن پرستی کا میرا سبق پوری دنیا میں مشرق سے مغرب تک حکومتیں سلطنتیں اور عوام اور خواص پڑھتے اور پڑھاتے ہیں۔ انتہا پسندی کے خلاف میں نے نظریاتی جنگ لڑی ہے، میں ان کے ہاتھوں میں چاقو چھریاں نہیں پکڑا سکتا۔ میں بارودیوں کے خلاف لڑا ہوں میں نے درود پھیلایا ہے، بارود نہیں پھیلایا۔ گوشہ درود بنایا ہے، بارود نہیں پھیلایا۔ میں بارودیوں کے خلاف جنگ لڑتا رہو ہوں۔

آج پاکستان میں نہیں مشرق سے مغرب تک لڑتا رہا ہوں۔ لہذا میں انہیں بدامنی کی طرف نہیں لے جاسکتا۔ مگر انصاف بھی نہیں چھوڑ سکتا۔ نواز شریف صاحب یہ بات لکھ لیں شہباز شریف صاحب یہ بات لکھ لیں۔ قصاص کے بغیر قاتلوں کی جان نہیں چھوٹے گی۔ قصاص ان شاء اللہ آپ کو دینا ہوگا۔ دینا ہوگا دینا ہوگا۔ ہم قصاص لیں گے۔ آپ ساری کوشش کرچکے آپ بیرونی طاقتوں کو Request کرچکے اور میں ٹھکرا چکا۔ آپ اپنے وزراء کو بھیج چکے میں ٹھکرا چکا۔ اپنے خاندان کے قریبی عزیزوں کو بھیج چکے میں ٹھکرا چکا اور میں نے کہا کہ ہم بے غیرت نہیں ہیں کہ شہیدوں کے خون سے بے وفائی کردیں۔ مرجاؤں گا انصاف کی جنگ لڑتے لڑتے یا تو زندگی میں انصاف شہیدوں کے لئے لے لوں گا۔ یا کم ازکم انصاف کی جنگ لڑتے ہوئے جان دے دوں گا۔ مجھے یہ اطمینان قلب ہوگا کہ میں نے اور میرے کارکنوں نے ان کی دولت کو جوتے سے ٹھکرادیا ہے لہذا اس پر سمجھوتہ نہیں ہوگا۔ ☆☆☆☆☆

سانحہ کربلا اور اس کے اثرات و نتائج

مرتبہ: نازیہ عبدالستار

سانحہ کربلا 10 محرم 61ھ (بمطابق 9 یا 10 اکتوبر، 680ء) کو موجودہ عراق میں کربلا کے مقام پر پیش آیا۔ جہاں مشہور عام تاریخ کے مطابق اموی خلیفہ یزید اول کی بھیجی گئی فوج نے رسول اکرم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نواسے امام عالی مقام حضرت امام حسین ابن علیؓ اور ان کے اہل خانہ کو شہید کیا۔ حضرت امام حسین ابن علیؓ کے ساتھ 72 ساتھی، کچھ غلام، 22 اہل بیت کے جوان اور خاندان نبوی کی خواتین و بچے شامل تھے۔

اسباب

شخصی حکومت کا قیام

اسلامی نظام حکومت کی بنیاد شورائیت پر تھی۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور خلفائے راشدین کے ادوار اس کی بہترین مثال تھے۔ حضرت امام حسن بن علیؓ سے حضرت امیر معاویہؓ نے معاہدہ کیا تھا کہ وہ کسی کو خلیفہ نامزد نہ کریں گے مگر حضرت امیر معاویہؓ نے یزید کو اپنا جانشین نامزد کرکے اسی اصول کی خلاف ورزی کی تھی کیونکہ اسلامی نقطہ حیات میں شخصی حکومت کے قیام کا کوئی جواز نہیں۔ ابھی تک سرزمین حجاز میں ایسے کبار صحابہ اور اکابرین موجود تھے جنھوں نے براہ راست نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دور دیکھا تھا۔ لہٰذا ان کے لیے حضرت امیر معاویہؓ کی غلط روایت قبول کرنا ممکن نہ تھا۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے ان ہی اصولوں کی خاطر یزید کی بیعت قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

یزید کا ذاتی کردار

یزید کا ذاتی کردار ان تمام اوصاف سے عاری تھا جو امیر یا خلیفہ کے لیے شریعت اسلامیہ نے مقرر

کیے ہیں۔ سیروشکار اور شراب و شباب اس کے پسندیدہ مشاغل تھے لہذا ذاتی حیثیت سے بھی کسی فاسق و فاجر کو بطور حکمران تسلیم کرنا حضرت امام حسین عالی مقامؓ کے لیے کس طرح ممکن ہوسکتا تھا؟

بیعت پر اصرار

یزید نے تخت نشین ہونے کے بعد حاکم مدینہ ولید بن عقبہ کی وساطت سے امام حسین علیہ السلام سے بیعت طلب کی۔ ولید نے سختی سے کام نہ لیا لیکن مروان بن الحکم بزور بیعت لینے کے لیے مجبور کر رہا تھا۔ ان حالات میں امام حسین علیہ السلام نے سفر مکہ اختیار کیا اور وہاں سے اہل کوفہ کی دعوت پر کوفہ کے لئے روانہ ہوئے۔

اہل کوفہ کی دعوت

جب امام حسین علیہ السلام مکہ پہنچے تو اہل کوفہ نے انھیں سینکڑوں خطوط لکھ کر کوفہ آنے کی دعوت دی تاکہ وہ خلافت اسلامیہ کے قیام کی جدوجہد کا آغاز کر سکیں لیکن غدار اہل کوفہ نے ان سے غداری کی اور اپنے وعدوں سے پھر کر امام حسین علیہ السلام کا ساتھ نہ دیا۔ یزید کی بھیجی ہوئی افواج نے کربلا میں نواسہ رسول امام حسین علیہ السلام اور ان کے اہل خانہ اور اصحاب کو شہید کر دیا۔

واقعات

امام حسینؓ کی مکہ روانگی

ولید بن عتبہ نے حضرت امام حسین علیہ السلام اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو قاصد کے ذریعہ بلایا۔ ابھی تک حضرت امیر معاویہؓ کی وفات کی خبر مدینہ میں عام نہ ہوئی تھی۔ تاہم بلاوے کا مقصد دونوں حضرات نے سمجھ لیا۔امام حسین علیہ السلام سے جب بیعت کے لیے کہا گیا تو انہوں نے جواب دیا کہ میرے جیسا آدمی خفیہ بیعت نہیں کر سکتا۔ جب بیعت عام ہوگی اس وقت آ جاؤں گا۔ ولید راضی ہو گیا اور انھیں واپس لوٹنے کی اجازت دے دی۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ ایک دن کی مہلت لے کر مکہ روانہ ہوگئے۔ بعد میں ان کا تعاقب کیا گیا مگر اس اثناء میں وہ کہیں دور جا چکے تھے۔ جب مروان کو اس صورت حال کا علم ہوا تو ولید سے بہت ناراض ہوا اور کہا کہ تم نے بیعت کا وقت کھو دیا۔ اب قیامت تک ان سے بیعت نہ لے سکو گے۔ امام حسین علیہ السلام عجیب الجھن سے دوچار تھے اگر وہ مدینہ میں مقیم رہتے تو بیعت کے بغیر کوئی چارہ کار نہ تھا۔ لٰہذا وہ 27 رجب 60 ہجری میں مع اہل وعیال مکہ روانہ ہو گئے۔ مکہ پہنچ کر شعب ابی طالب میں قیام کیا۔

امام مسلم بن عقیلؓ کی کوفہ روانگی

امام حسین علیہ السلام نے کوفیوں کے خطوط آنے کے بعد مسلم بن عقیل کو کوفہ روانہ کیا تا کہ وہ اصل صورت حال معلوم کریں۔ امام مسلمؓ کوفہ پہنچے تو پہلے ہی دن بارہ ہزار کوفیوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ کوفہ کے اموی حاکم بشیر نے ان کے ساتھ نرمی سے کام لیا۔ کوفیوں کے جذبات سے متاثر ہو کر مسلم بن عقیل نے امام حسین علیہ السلام کو کوفہ آنے کا لکھا۔

ابن زیاد کوفہ میں

ان حالات کی بنا پر یزید نے فوراً نعمان کو معزول کر دیا اور عبیداللہ بن زیاد کو کوفہ کا حاکم مقرر کر دیا۔ کوفہ پہنچ کر اس نے اعلان کیا کہ جو لوگ مسلم بن عقیل سے اپنی وفاداریاں توڑ لیں گے انہیں امان دی جائے گی۔ اس کے بعد ہر محلّہ کے رئیس کو بلایا اور اسے اپنے اپنے علاقہ کے امن و امان کا ذمہ دار قرار دے کر مسلم بن عقیل کی جائے پناہ کی تلاش شروع کر دی۔ اس وقت مسلم بن عقیل ایک محبّ اہل بیت ہانی بن عروہ کے ہاں چلے گئے۔ عبیداللہ بن زیاد نے ہانی کو بلا کر امام مسلم کو پیش کرنے کا حکم دیا اور ہانی نے انکار کر دیا جس پر انہیں قید میں ڈال کر مار پیٹ کی گئی۔

امام مسلم کی گرفتاری اور شہادت

شہر میں افواہ پھیل گئی کہ ہانی قتل ہو گئے۔ یہ خبر سنتے ہی امام مسلم نے اٹھارہ ہزار ہمنواؤں کے ساتھ ابن زیاد کے محل کا محاصرہ کر لیا۔ ابن زیاد کے پاس اس وقت صرف پچاس آدمی موجود تھے۔ چنانچہ اس نے حکمت سے کام لیا اور رؤساء کوفہ کی ترغیب سے لوگوں کو منتشر کرنے میں کامیاب ہوگیا۔ آخر کار مسلم کے ساتھ صرف تیس آدمی رہ گئے۔ مجبوراً مسلم بن عقیل نے ایک بڑھیا کے گھر پناہ لی لیکن اس بڑھیا کے بیٹے نے انعام کے لالچ میں آ کر خود جا کر ابن زیاد کو اطلاع کر دی۔ ابن زیاد نے یہ اطلاع پا کر مکان کا محاصرہ کر لیا۔ حضرت مسلم بن عقیل تن تنہا لڑنے پر مجبور ہوئے جب زخموں سے چور ہوگئے تو محمد بن اشعث نے امان دے کر گرفتار کر لیا۔ لیکن آپ کو جب ابن زیاد کے سامنے پیش کیا گیا تو اس نے امان کے وعدہ کو پس پشت ڈالتے ہوئے آپ کے قتل کا حکم دے دیا۔ امام مسلم بن عقیل نے محمد بن اشعث سے کہا کہ میرے قتل کی اطلاع امام حسین علیہ السلام تک پہنچا دینا اور انھیں میرا یہ پیغام بھی پہنچا دینا کہ ”اہل کوفہ پر ہرگز بھروسہ نہ کریں اور جہاں تک پہنچ چکے ہوں وہیں سے واپس چلے جائیں“۔ ابن اشعث نے اپنا وعدہ پورا کیا اور ایک قاصد حضرت امام حسین علیہ السلام کی

طرف روانہ کر دیا۔

امام حسینؓ کا سفر کوفہ

اہل مکہ اور مدینہ نے آپ کو کوفہ جانے سے باز رکھنے کے لیے پوری کوششیں کیں کیونکہ کوفیوں کا سابقہ غدارانہ طرز عمل ان کے سامنے تھا۔ حضرت عمرو بن عبدالرحمٰنؓ، حضرت عبداللہ ابن عباسؓ، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سب نے مشورہ دیا کہ

''چونکہ کوفہ یزید کی حکومت کے تحت ہے وہاں ان کی افواج اور سامان سب کچھ موجود ہے اور کوئی قابل اعتماد نہیں اس لیے مناسب یہی ہے کہ آپ مکہ ہی میں رہیں۔''

حضرت عبداللہ ابن زبیر نے تجویز کیا کہ آپ مکہ میں رہ کر اپنی خلافت کی جدوجہد کریں ہم سب آپ کی مدد کریں گے۔ لیکن جب حضرت امام حسینؓ رضا مند نہ ہوئے تو حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نے آپ کو کوفہ کی بجائے یمن جانے کی تجویز پیش کی اور کہا کہ

''اگر کوفہ کا سفر آپ کے نزدیک ضروری ہے تو پہلے کوفیوں کو لکھیے کہ وہ یزید کے حاکموں کو وہاں سے نکالیں پھر آپ وہاں کا قصد کریں۔''

لیکن امام حسین علیہ السلام نے کہا کہ ''اے ابن عمرؓ میں جانتا ہوں کہ تم میرے خیر خواہ ہو۔ لیکن میں عزم کر چکا ہوں۔''

اس پر حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نے کہا کہ ''اگر آپ نہیں مانتے تو کم از کم اہل وعیال کو ساتھ نہ لے جایئے مجھے ڈر ہے کہ حضرت عثمانؓ کی طرح آپ بھی بال بچوں کے سامنے ذبح کیے جائیں گے۔'' لیکن ان تمام ترغیبات کے باوجود حضرت امام حسین علیہ السلام اپنے فیصلہ پر قائم رہے اور بالآخر 3 ذوالحج 60 ھ کو مکہ معظّمہ سے کوفہ کے لیے چل پڑے۔ آپ کی روانگی کے بعد آپ کے چچا زاد بھائی حضرت عبداللہ بن جعفرؓ نے ایک عریضہ اپنے لڑکوں عون اور محمد کے ہاتھ روانہ کیا کہ:

''میں آپ کو اللہ تعالیٰ کا واسطہ دیتا ہوں کہ جونہی میرا خط آپ کو ملے لوٹ آیئے کیونکہ جس جگہ آپ جارہے ہیں مجھے ڈر ہے کہ وہاں آپ کی ہلاکت اور آپ کے اہل بیت کی بربادی ہے۔ اگر خدانخواستہ آپ ہلاک ہوگئے تو دنیا تاریک ہو جائے گی۔ کیونکہ اس وقت آپ ہی ہدایت یافتہ لوگوں کا علم اور مومنوں کی امیدوں کا مرکز ہیں۔ آپ سفر میں جلدی کیجیے۔ میں بھی جلد آپ کے پاس پہنچتا ہوں''۔

حضرت عبداللہ بن جعفر، عمر بن سعد حاکم مکہ کا سفارشی خط لے کر امام حسین علیہ السلام سے ملے اور

انھیں بتایا کہ کوفہ کے لوگوں پر اعتماد مناسب نہیں عمر بن سعد اس بات کا وعدہ کرتا ہے کہ آپ مکہ لوٹ آئیں تو میں یزید کے ساتھ آپ کے معاملات طے کرادوں گا اور آپ کو کوئی گزند نہیں پہنچے گا۔ لیکن آپ نے اس مشورہ کو ماننے سے انکار کر دیا اور اپنے ضمیر کی آواز کے مطابق سفر کوفہ جاری رکھنے کا فیصلہ کیا۔ مجبور ہو کر حضرت عبداللہ بن جعفر واپس ہو گئے مگر عون اور محمد کو ساتھ رہنے دیا۔ راستہ میں مشہور شاعر فرزوق آپ سے ملا اور امام حسین علیہ السلام سے عرض کی:

''لوگوں کے دل آپ کے ساتھ ہیں اور تلواریں بنی امیہ کے ساتھ۔ قضاء الٰہی آسمان سے اترتی ہے اور اللہ تعالٰی جو چاہتا ہے کرتا ہے''۔ لیکن آپ نے اس کے باوجود سفر کو بدستور جاری رکھا۔

ابن زیاد کی تیاریاں

ابن زیاد کے حکم سے پولیس کے افسر حصین بن نمیر نے قادسیہ سے جبل لعل تک سواروں کو مقرر کر دیا اور تمام اہم راستوں کی ناکہ بندی کر دی۔ امام حسین علیہ السلام کے قاصد قیس کو ابن زیاد کے آدمیوں نے گرفتار کر کے قتل کر دیا۔ جب آپ بطن رملہ سے آگے بڑھے تو انھیں عبداللہ ابن مطیع ملے۔ انھوں نے آپ کو آگے جانے سے روکا۔ محمد بن اشعث کے بھیجے ہوئے قاصد نے آپ کو مقام ثعلبیہ پر مسلم بن عقیل کے قتل کی خبر دی۔

اب آپ سفر کوفہ کے بارے میں متردد ہوئے۔ ساتھیوں نے واپس لوٹنے کا مشورہ دیا لیکن مسلم بن عقیل کے بھائیوں نے اپنے بھائی کے خون کا انتقام لینے کی خاطر سفر جاری رکھنے کے لیے زور دیا۔ جس کے بعد پوزیشن واضح ہوگئی۔ آپ کے ساتھ دوران سفر بہت سے بدوی شامل ہو چکے تھے۔ آپ نے ان سب کو جمع کیا اور فرمایا جو لوگ واپس جانا چاہیں انہیں اجازت ہے۔ چنانچہ سوائے ان جان نثاروں کے جو مدینہ سے ساتھ آئے تھے سب ساتھ چھوڑ گئے۔

حر بن یزید تمیمی کی آمد

ابن زیاد نے امام حسین علیہ السلام کی پیش قدمی روکنے کے لیے حر بن یزید تمیمی کو روانہ کیا۔ ذی حسم کے مقام پر آپ سے اس کی ملاقات ہوئی۔ امام حسین علیہ السلام نے اسے کوفیوں کے خطوط کے دو تھیلے منگوا کر دکھائے اور کہا کہ ''اب آپ لوگوں کی رائے بدل گئی ہے۔ تو میں واپس جانے کے لیے تیار ہوں۔''

لیکن حر نے کہا کہ ہمیں تو آپ کو گرفتار کرنے کا حکم ہے۔ چنانچہ امام حسین علیہ السلام نے اپنا سفر کوفہ جاری رکھا۔ آپ نے مقام بیضہ پر خطبہ دیا۔ جس میں اپنے مقاصد کی وضاحت کی۔ آپ نے فرمایا:

''لوگو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس نے ظالم، محرمات الٰہی کے حلال کرنے

والے، خدا کا عہد توڑنے والے، خدا اور رسول کی مخالفت اور خدا کے بندوں پر گناہ اور زیادتی کے ساتھ حکومت کرنے والے بادشاہ کو دیکھا اور قول وفعل کے ذریعہ سے غیرت کا اظہار نہ کیا تو خدا کا حق ہے کہ اس شخص کو اس بادشاہ کے ساتھ دوزخ میں داخل کر دے۔ لوگو! خبردار ہو جاؤ۔ ان لوگوں نے شیطان کی اطاعت اختیار کی اور رحمٰن کی اطاعت چھوڑ دی ہے۔ ملک میں فساد پھیلایا ہے۔ حدود الٰہی کو معطل کر دیا ہے۔ مال غنیمت میں اپنا حصہ زیادہ لیتے ہیں۔ خدا کی حرام کی ہوئی چیزوں کو حلال اور حلال کی ہوئی حرام کر دیا ہے۔ اس لیے مجھ کو غیرت میں آنے کا زیادہ حق ہے''۔

کچھ دور جا کر طرماج بن عدی سے آپ کی ملاقات ہوئی۔ انہوں نے آپ کو یمن چلنے کی دعوت دی لیکن آپ نے یہ پیش کش قبول نہ فرمائی۔

میدانِ کربلا

امام حسین علیہ السلام کا قافلہ اور حر بن یزید کا لشکر ساتھ ساتھ آگے کی طرف چلتا رہا، جہاں کہیں آپ کے قافلہ کا رخ صحرائے عرب کی طرف ہو جاتا حر آپ کو روک دیتا اور رخ پھیر کر کوفہ کی طرف کر دیتا۔ چلتے چلتے آپ نینوا پہنچے۔ وہاں ابن زیاد کے ایک قاصد نے حر کو ایک خط پہنچایا جس میں حکم تھا

''جونہی میرا یہ خط اور میرا قاصد تم تک پہنچیں حسین اور ان کے ساتھیوں کو جہاں وہ ہیں وہیں روک لو اور انھیں ایسی جگہ اترنے پر مجبور کرو جو بالکل چٹیل میدان ہو اور جہاں کوئی سبزہ اور پانی کا چشمہ وغیرہ نہ ہو۔ میرا یہ قاصد اس وقت تک تمہارے ساتھ ساتھ رہے گا۔ جب تک مجھے یہ معلوم نہ ہو جائے کہ جو حکم میں نے تمہیں دیا ہے تم نے اس کی حرف بحرف تعمیل کی''۔

حر نے تمام صورتِ حال سے امام حسین کو آگاہ کیا اور کہا کہ ''اب میں آپ کو اس جگہ نہ رہنے دوں گا''۔ بالآخر یہ مختصر سا قافلہ 2 محرم الحرام 61ھ بمطابق 2 اکتوبر 680ء کو کربلا کے میدان میں اترا۔ دوسرے ہی روز عمر بن سعد 6 ہزار سپاہیوں کے ساتھ وہاں پہنچا۔ عمر بن سعد چونکہ امام حسین سے لڑنے کا خواہشمند نہ تھا، اس لیے قرہ بن سفیان کو آپ کے پاس بھیجا۔ قرہ بن سفیان سے امام حسین علیہ السلام نے کہا کہ ''اگر تمہیں میرا آنا ناپسند ہے تو میں مکہ واپس جانے کے لیے تیار ہوں'' لیکن ابن زیاد نے اس تجویز کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور عمر بن سعد کو حکم دیا کہ اگر امام حسین علیہ السلام بیعت نہ کریں تو ان کا پانی بند کر دیا جائے۔ حضرت امام حسین علیہ السلام کو ایسی حالت میں جب کہ وہ قابو میں آچکے تھے گرفتار کرنا زیادہ مناسب اور ضروری قرار دیا۔ یہ سن کر ابن زیاد نے اپنی رائے تبدیل کر دی۔ اور عمر بن سعد کو اس کی اس بات پر سرزنش کرتے ہوئے حکم دیا کہ

''اگر امام حسین علیہ السلام اور اس کے ساتھی اپنے آپ کو حوالہ کر دیں تو بہتر ہے ورنہ جنگ کی راہ لو۔'' شمر مع خط کے عمر بن سعد کے پاس پہنچا۔ عمر بن سعد اپنے اقتدار کو قائم رکھنے کی خاطر امام حسین علیہ السلام کے خلاف تلوار اٹھانے کے لیے تیار ہو گیا۔ یہ 9 محرم الحرام کا دن تھا۔

المیہ کربلا اور شہادتِ عظمٰی

صلح کی آخری گفتگو ناکام ہونے کے بعد امام حسین علیہ السلام نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا کہ جو جانا چاہتے ہیں انھیں میری طرف سے اجازت ہے۔ مگر سب نے آخری وقت تک ساتھ دینے کا عہد کیا۔ ان جاں نثاروں کی تعداد صرف 72 تھی۔ امام حسین علیہ السلام نے اس مختصر ترین فوج کو منظّم کیا۔ میمنہ پر حضرت زبیر بن قینؓ کو اور میسرہ پر حضرت حبیب بن مطہرؓ کو متعین کر کے علم حضرت عباسؓ کو مرحمت فرمایا۔ جنگ کے آغاز سے پیشتر اللہ تعالٰی کے حضور دعا کی اور ان سے تائید اور نصرت چاہی۔ اس کے بعد اتمام حجت کے لیے دشمنوں کی صفوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:

''اے لوگو! جلدی نہ کرو۔ پہلے میری بات سن لو۔ مجھ پر تمہیں سمجھانے کا جو حق ہے اسے پورا کر لینے دو اور میرے آنے کی وجہ بھی سن لو۔ اگر تم میرا عذر قبول کر لو گے اور مجھ سے انصاف کرو گے تو تم انتہائی خوش بخت انسان ہو گے لیکن اگر تم اس کے لیے تیار نہ ہوئے تو تمہاری مرضی۔ تم اور تمہارے شریک مل کر میرے خلاف زور لگا لو اور مجھ سے جو برتاؤ کرنا چاہتے ہو کر ڈالو۔ اللہ تعالٰی میرا کارساز ہے اور وہی اپنے نیک بندوں کی مدد کرتا ہے''۔

جونہی آپ تقریر کے اس حصے پر پہنچے تو خیموں سے اہل بیت کی مستورات کی شدّت رنج سے چیخیں نکل گئیں۔ آپ تھوڑی دیر کے لیے رک گئے اور اپنے بھائی عباسؓ کو انہیں چپ کرانے کے لیے بھیجا۔ جب خاموشی طاری ہوئی تو آپ نے اپنی تقریر کو جاری رکھتے ہوئے فرمایا:

''لوگو! تم میرے حسب و نسب پر غور کرو اور دیکھو کہ میں کون ہوں۔ اپنے گریبانوں میں منہ ڈالو اور اپنے آپ کو ملامت کرو۔ تم خیال کرو کیا تمہیں میرا قتل اور میری توہین زیب دیتی ہے؟ کیا میں تمہارے نبی کا نواسہ اور ان کے چچیرے بھائی کا بیٹا نہیں۔ جنہوں نے سب سے پہلے اللہ تعالٰی کی آواز پر لبیک کہی اور اس کے رسول پر ایمان لائے؟ کیا سید الشہداء حضرت امیر حمزہ میرے والد کے چچا نہ تھے۔ کیا حضرت جعفر طیارؓ میرے چچا نہ تھے؟ کیا تمہیں رسول اللہ کا وہ قول یاد نہیں جو انہوں نے میرے اور میرے بھائی کے بارے میں فرمایا تھا کہ دونوں نوجوانان جنت کے سردار ہوں گے؟ اگر میرا یہ بیان سچا ہے اور ضرور سچا ہے تو بتاؤ کہ تمہیں ننگی تلواروں سے میرا مقابلہ کرنا ہے؟ اور اگر تم مجھے جھوٹا سمجھتے ہو تو آج بھی تم میں سے وہ لوگ موجود ہیں جنہوں نے میرے

متعلق رسول اللہ ﷺ کی حدیث سنی ہے۔تم ان سے دریافت کرسکتے ہو۔تم مجھے بتاؤ کہ کیا آپ کی اس حدیث کی موجودگی میں بھی تم میرا خون بہانے سے باز نہیں رہ سکتے''۔

لیکن کوفیوں اور ان کے سرداروں پر کوئی اثر نہ ہوا۔صرف حر بن یزید تمیمی پر آپ کی اس تقریر کا اثر ہوا اور وہ یہ کہتے ہوئے کہ

''یہ جنت یا دوزخ کے انتخاب کا موقع ہے۔ میں نے جنت کا انتخاب کر لیا ہے خواہ مجھے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے یا جلا دیا جائے''۔حضرت امام حسین علیہ السلام کے لشکر میں آ شامل ہوا۔اس کے بعد شخصی مبازرت کے طریقے سے جنگ کا آغاز ہوا جس میں اہل بیت اطہار کا پلہ بھاری رہا۔ یہ دیکھ کر ابن سعد نے عام حملہ کا حکم دیا۔ فدایان و اراکین اہل بیت نے دشمنوں کی یلغاروں کا پوری قوت ایمانی سے ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ فدائی ایک ایک کر کے کٹ مرے لیکن میدان جنگ سے منہ نہ پھیرا۔ دوپہر تک حضرت امام حسین علیہ السلام کے بیشتر آدمی شہید ہو چکے تھے۔ چنانچہ اب باری باری حضرت علی اکبر، عبداللہ بن مسلمہ، جعفر طیار کے پوتے عدی، عقیل کے فرزند عبدالرحمٰن ، حضرت حسن کے صاحبزادے قاسم اور ابوبکر وغیرہ میدان میں اترے اور شہید ہوئے۔ ان کے بعد امام حسین علیہ السلام اترے۔ دشمنوں نے ہر طرف سے آپ پر یورش کی۔ یہ دیکھ کر آپ کے بھائی عباس، عبداللہ، جعفر اور عثمان آپ کی حفاظت کے لیے ڈٹ گئے مگر چاروں نے شہادت پائی۔ امام حسین علیہ السلام تنہا میدان میں جمے ہوئے تھے۔ عراقیوں نے آپ کو ہر طرف سے نرغہ میں لے لیا مگر شہید کرنے کی کسی کو بھی جرات نہ ہو رہی تھی کیونکہ کوئی نہ چاہتا تھا کہ یہ گناہ اس کے سر ہو۔ بالآخر شمر کے اکسانے پر زرعہ بن شریک تمیمی نے یہ بدبختی مول لی اور ہاتھ اور گردن پر تلوار کے وار کیے۔ سنان بن انس نے تیر چلایا اور آپ گر گئے۔ ان کے گرنے پر شمر ذی الجوشن آپ کی طرف بڑھا تو اس کی برص زدہ شکل دیکھتے ہی امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے نانا رسولِ خدا نے سچ فرمایا تھا کہ میں ایک دھبے دار کتے کو دیکھتا ہوں کہ وہ میرے اہلِ بیت کے خون سے ہاتھ رنگتا ہے۔ اے بدبخت شمر بلاشبہ تو وہی کتا ہے جس کی نسبت میرے نانا نے خبر دی تھی۔ اس کے بعد شمر نے ان کا سر پیچھے کی طرف سے (پسِ گردن سے) کاٹ کر تن سے جدا کر دیا۔ روایات کے مطابق اللہ کے نبی حضرت یحیٰ بن زکریا علیہ السلام کا سر بھی اسی طرح پس گردن سے کاٹ کر جدا کیا گیا تھا۔ ابن زیاد کے حکم کے مطابق آپ کا سر بریدہ جسم گھوڑوں کے ٹاپوں سے روندوا دیا گیا۔ بعد میں تمام شہدائے اہلِ بیت کے سر نیزوں کی نوک پر رکھ کر پہلے ابنِ زیاد کے دربار میں لے جائے گئے اور بعد میں دمشق میں یزید کے دربار میں لے جائے گئے۔ یزید نے امام حسین کے سر کو اپنے سامنے طشت پر رکھ کر ان کے دندان مبارک کو چھڑی سے چھیڑتے

ہوئے اپنے کچھ اشعار پڑھے جن سے اس کا نقطہ نظر معلوم ہوتا ہے جن کا ترجمہ کچھ یوں ہے۔

’’کاش آج اس مجلس میں بدر میں مرنے والے میرے بزرگ (جو کفار کی طرف سے تھے) اور قبیلہ خزرج کی مصیبتوں کے شاہد، موجود ہوتے تو خوشی سے اچھل پڑتے اور کہتے: شاباش اے یزید تیرا ہاتھ شل نہ ہو، ہم نے ان کے بزرگوں کو قتل کیا اور بدر کا انتقام لے لیا، بنی ہاشم سلطنت سے کھیل رہے تھے اور نہ آسمان سے کوئی وحی نازل ہوئی نہ کوئی فرشتہ آیا ہے‘‘۔

اس شعر کو سن کر اور یزید کا فخریہ انداز دیکھ کر دربار میں موجود ایک یہودی سفیر نے کہا کہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اولاد سے ہوں۔ میرے اور ان کے درمیان ستر پشتیں گذر چکی ہیں مگر اس کے باوجود یہودی میری بے حد عزت وتکریم کرتے ہیں اور ایک تم ہو کہ تم نے اپنے نبی کے نواسے کو شہید کر دیا ہے اور اب اس پر فخر بھی کر رہے ہو۔ یہ تمہارے لیے ڈوب مرنے کا مقام ہے۔

غدار کوفیوں کا شرمناک کردار

اس دلخراش سانحہ سے قبل بھی کوفیوں کا کردار نہایت ہی شرمناک رہا تھا۔ حضرت علی کے دارالخلافہ مدینہ سے کوفہ لے جانے سے ان سازشیوں کو کھل کر کھلنے کا موقع ملا۔ بظاہر یہ سازشی حب علی کا لبادہ اوڑھے رہا کرتے تھے لیکن آپ کی ذات اطہر سے بھی الٹے سیدھے سوالات کرنا ان کا وطیرہ تھا۔ ایک موقع پر ان لوگوں نے حضرت علی سے سوال کیا۔ " مولا! آپ سے پہلے کے خلفاء کے دور میں امن وامان تھا مگر آپ کے دور میں یہ کیوں عنقا ہے" اس گستاخانہ سوال پر حضرت علیؓ نے ان منافقوں کو منہ توڑ جواب دیا۔ آپ نے فرمایا " اس بدامنی کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ سابقہ خلفاء کے مشیر میرے جیسے لوگ تھے اور میرے مشیر آپ جیسے لوگ ہیں"۔ ان لوگوں کی ان ہی حرکتوں کے باعث حضرت علیؓ بالآخر اس طبقے سے بیزار رہنے لگے تھے۔ جب حضرت امام حسنؓ نے خلافت سنبھالی تو آپ اپنے والد محترم کے دور میں ان منافقوں کا بغور مشاہدہ کر چکے تھے اسی لئے آپ نے ان کو زیادہ منہ نہ لگایا اور حضرت معاویہؓ سے صلح کر لی۔ اس صلح سے خانہ جنگی کا خاتمہ ہو گیا تھا۔ اس صلح سے ان منافقوں کی سازشوں پر پانی پھر رہا تھا اس لئے اس صلح پر بھی حضرت امام حسنؓ کی ذات گرامی پر اعتراض کرنے لگے۔ حضرت امام حسنؓ نے فرمایا " اگر خلافت میرا حق تھا تو یہ میں نے ان (معاویہؓ) کو بخش دیا اور اگر یہ معاویہؓ کا حق تھا تو یہ ان تک پہنچ گیا"۔ جن کوفیوں نے حضرت امام حسین علیہ السلام کو خطوط لکھ کر کوفہ آنے کی دعوت تھی ان کی تعداد ایک روایت کے مطابق 12000 اور دوسری روایت کے مطابق 18000 تھی لیکن جب جنگ کی نوبت آئی تو ان بے وفا اور دغا باز لوگوں میں سے کسی نے حضرت امام حسینؓ کا ساتھ نہ دیا اور کھڑے تماشا دیکھتے

رہے یہاں تک کہ آپ نے اپنے جانثار ساتھیوں کے ہمراہ جام شہادت نوش فرمایا۔ حضرت امام حسین علیہ السلام سے غداری کی سزا ان کو ان ہی کے ہاتھوں قیامت تک ملتی رہے گی۔ ان شا اللہ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشگوئی

رسول اللہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی زوجہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو کچھ مٹی دی تھی اور فرمایا تھا کہ اے ام سلمٰی جب یہ مٹی سرخ ہو جائے یعنی خون میں بدل جائے تو سمجھ لینا کہ میرا بیٹا حسین شہید کر دیا گیا۔ ایک دن ان کی بیٹی ان سے ملنے گئیں تو آپ زارو قطار رو رہی تھیں۔ پوچھا گیا تو ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ ابھی رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خواب میں تشریف لائے تھے۔ ان کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے اور آپ کے سرِ انور اور ڈاڑھی مبارک پر مٹی تھی۔ میں نے پوچھا آقا یہ گرد کیسی ہے تو فرمایا کہ اے ام سلمہ! ابھی اپنے حسین کے قتل کا منظر دیکھ کر میدانِ کربلا سے آرہا ہوں۔ جاگنے کے بعد میں نے وہ مٹی دیکھی جو انہوں نے مجھے دی تھی تو وہ خون ہو چکی تھی۔

اثرات

شہادتِ حسین کی خبر جب سرزمین حجاز میں پہنچی تو کوئی آنکھ ایسی نہ تھی جو اس سانحہ پر اشکبار نہ ہو۔ لہٰذا حجاز میں فوری طور پر انقلاب برپا ہوگیا۔ اہل مدینہ نے اموی حکام کو صوبہ سے نکال دیا اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی بیعت کر لی۔ یزید نے ولید بن عقبہ کی ماتحتی میں شامیوں کی فوج روانہ کی۔ اس فوج میں عیسائی کثیر تعداد میں شامل تھے۔ جب اہل مدینہ نے اطاعت قبول نہ کی تو ولید بن عقبہ نے شہر پر حملہ کرنے کا حکم دیا۔ اہل مدینہ اگرچہ بڑی بے جگری سے لڑے لیکن شامی افواج کے سامنے ان کو شکست ہوئی۔ اس جنگ میں بڑے بڑے اکابر مدینہ شہید ہوئے جن میں حضرت فضل بن عباسؓ اور حضرت عبداللہ بن حنظلہؓ قابل ذکر ہیں۔ شہر پر قبضہ کے بعد مدینہ الرسول تین دن تک شامی فوجیوں کے ہاتھوں لٹتا رہا۔ مسلمانوں کی عزت و آبرو برباد ہوئی اور تین روز تک مسلسل قتل و غارت کا بازار گرم رہا۔ تاریخ اسلام میں یہ واقعہ بہت اہم ہے اور سانحہ کربلا کے بعد یزید کا دوسرا بڑا سیاہ کارنامہ قرار دیا جا سکتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی خلافت

اہل مدینہ نے یزید کی بجائے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو خلیفہ چن لیا۔ شہادت حسین نے لوگوں کے اندر سوئے ہوئے جذبات کو ازسرنو بیدار کر دیا اور سرزمین حجاز میں ناراضگی کی ہمہ گیر لہر اموی اقتدار کے خلاف اٹھ کھڑی ہوئی۔ اہل حجاز کو ابن زبیرؓ جیسی موثر شخصیت بطور رہنما میسر آئی۔ چنانچہ اہل مدینہ نے بھی جلد آپ کو

خلیفہ تسلیم کر لیا اور آپ کی بیعت کر لی۔ اس انقلاب نے اموی اقتدار کے لیے بے پناہ مشکلات پیدا کر دیں۔ حجاز کی سرزمین سے مخالفت کے یہ ابلتے ہوئے جذبات درحقیقت تمام عالم اسلامی میں پیدا شدہ ہمہ گیر اضطراب کے ترجمان تھے۔

اموی خلافت کا زوال

واقعہ کربلا اموی خلافت کے زوال کا اہم سبب قرار دیا جاتا ہے۔ اموی حکومت اور اس کے عمال پہلے ہی عوام الناس میں مقبول نہ تھے۔ کیونکہ مسلمان جب ان کی حکومت کا موازنہ خلافت راشدہ سے کرتے تھے انہیں سخت مایوسی ہوتی۔ امام حسین علیہ السلام کی شہادت نے ملت اسلامیہ کو بہت متاثر کیا۔ خود یزید کا بیٹا معاویہ دل برداشتہ ہو کر خلافت سے ہی دست بردار ہو گیا۔ اگرچہ امویوں نے اپنی قوت اور استقلال کی بدولت حکومت کو وقتی طور پر اپنے خاندن میں محفوظ کر لیا لیکن خلیفہ مروان ثانی کے زمانہ تک کھلم کھلا اور زیر زمین کئی تحریکیں مسلسل اس بات کے لیے کوشاں رہیں کہ وہ امویوں کی حکومت کا تختہ الٹ دیں۔

عباسی تحریک

عباسیوں نے امویوں کے خلاف اس ردعمل سے خوب فائدہ اٹھایا۔ ان کے داعی ملک کے کونے کونے میں پھیل گئے اور اموی مظالم کی داستان اس قدر پرزور اور پرتاثیر انداز میں پیش کی کہ عوام کے جذبات بھڑک اٹھے۔ چنانچہ عباسیوں نے بھی امام حسین علیہ السلام کے انتقام کو اپنے مقاصد کے لیے نہایت کامیابی سے استعمال کیا۔

حق پرستوں کے لیے مثال

اس واقعہ کا سب سے بڑا اہم نتیجہ یہ تھا کہ امام حسین علیہ السلام کا کردار عین حق کے لیے ہمیشہ کے لیے روشنی کا ایک مینار بن گیا۔ حریت ، آزادی ، اور اعلائے کلمۃ الحق کے لیے جب بھی مسلمانوں نے اپنی جدوجہد کا آغاز کیا تو امام حسین علیہ السلام کی قربانی کو مشعل راہ پایا۔ آپ ہی سے مسلمانوں نے سیکھا کہ جبر و استبداد کے سامنے سینہ سپر ہونا عین رضائے الٰہی ہے۔

اہمیت

اسلامی تاریخ کو کسی اور واقعہ نے اس قدر اور اس طرح متاثر نہیں کیا جیسے سانحہ کربلا نے کیا۔ آنحضور اور خلفائے راشدین نے جو اسلامی حکومت قائم کی اس کی بنیاد انسانی حاکمیت کی بجائے اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کے اصول پر رکھی گئی۔ اس نظام کی روح شورائیت میں پنہاں تھی۔ اسلامی تعلیمات کا بنیادی مقصد بنی نوع انسان کو شخصی غلامی سے نکال کر خدا پرستی ، حریت فکر ، انسان دوستی ، مساوات اور اخوت و محبت کا درس دینا تھا۔ خلفائے راشدین

کے دور تک اسلامی حکومت کی یہ حیثیت برقرار رہی۔ یزید کی حکومت چونکہ ان اصولوں سے ہٹ کر شخصی بادشاہت کے تصور پر قائم کی گئی تھی۔ لہٰذا جمہور مسلمان اس تبدیلی کو اسلامی نظام شریعت پر ایک کاری ضرب سمجھتے تھے اس لیے حضرت امام حسین علیہ السلام محض ان اسلامی اصولوں اور قدروں کی بقا و بحالی کے لیے میدانِ عمل میں اترے، راہِ حق پر چلنے والوں پر جو کچھ میدانِ کربلا میں گزری وہ جور و جفا، بے رحمی اور استبداد کی بدترین مثال ہے۔ یہ تصور کہ اسلام کے نام لیواؤں پر یہ ظلم یا تعدی خود ان لوگوں نے کی جو خود کو مسلمان کہتے تھے بڑا روح فرسا ہے۔ مزید براں، حضرت امام حسین علیہ السلام کا جو تعلق آنحضور ﷺ سے تھا اسے بھی ظالموں نے نگاہ میں نہ رکھا۔ نواسۂ رسول کو میدانِ کربلا میں بھوکا پیاسا رکھ کر جس بے دردی سے قتل کر کے ان کے جسم اور سر کی بے حرمتی کی گئی۔ یہ اخلاقی لحاظ سے بھی تاریخ اسلام میں اولین اور بدترین مثال ہے۔ اس جرم کی سنگینی میں مزید اضافہ اس امر سے بھی ہوتا ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے آخری لمحات میں جو انتہائی معقول تجاویز پیش کیں انھیں سرے سے درخورِ اعتنا ہی نہ سمجھا گیا۔ اس سے یزید کے عمال کی آمرانہ ذہنیت کا اظہار بھی ہوتا ہے۔ یہاں یہ نقطہ قابلِ غور ہے کہ جب شخصی اور ذاتی مصالح، ملی، اخلاقی اور مذہبی مصلحتوں پر حاوی ہو جاتے ہیں تو انسان درندگی کی بدترین مثالیں بھی پیش کرنے پر قادر ہے اور ایسی مثالوں سے تو یورپ کی ساری تاریخ بھری پڑی ہے۔ لہٰذا ان حقائق کی روشنی میں سانحہ کربلا کا جائزہ لیا جائے تو یہ واقعہ اسلام کے نام پر سیاہ دھبہ ہے کیونکہ اس سے اسلامی نظامِ حکومت میں ایسی خرابی کا آغاز ہوا جس کے اثرات آج تک محسوس کئے جا رہے ہیں۔ لیکن اگر ہم اس سانحہ کو اسلام کے نام پر ایک سیاہ دھبہ بھی قرار دیں تو یہ تصویر کا صرف ایک رخ ہوگا۔ کیونکہ جہاں تک حق و انصاف، حریت و آزادی اور اعلائے کلمۃ الحق کے لیے جدوجہد کا تعلق ہے یہ کہنا درست ہوگا کہ سانحہ کربلا تاریخ اسلام کا ایک شاندار اور زریں باب بھی ہے جہاں تک اسلامی تعلیمات کا تعلق ہے اس میں شخصی حکومتوں یا بادشاہت کا کوئی تصور موجود نہیں۔ یزید کی نامزدگی اسلام کے نظامِ شورائیت کی نفی تھی۔ لہٰذا امام حسین علیہ السلام نے جس پامردی اور صبر سے کربلا کے میدان میں مصائب و مشکلات کو برداشت کیا وہ حریت، جرات اور صبر و استقلال کی لازوال داستان ہے۔ باطل کی قوتوں کے سامنے سرنگوں نہ ہو کر آپ نے حق و انصاف کے اصولوں کی بالادستی، حریت فکر اور خدا کی حاکمیت کا پرچم بلند کر کے اسلامی روایات کی لاج رکھ لی۔ اور انھیں ریگزارِ عجم میں دفن ہونے سے بچا لیا۔ امام حسین علیہ السلام کی یہ ایثار اور قربانی تاریخ اسلام کا ایک ایسا درخشندہ باب ہے جو رہروان منزل شوق و محبت اور حریت پسندوں کے لیے ایک اعلیٰ ترین نمونہ ہے۔ سانحہ کربلا آزادی کی اس جدوجہد کا نقطہ آغاز ہے جو اسلامی اصولوں کی بقا اور احیاء کے لیے تاریخِ اسلام میں پہلی بار شروع کی گئی۔ اسی لئے کہا گیا:

؎ قتلِ حسین اصل میں مرگِ یزید ہے　　　اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

☆☆☆☆☆

رسول اللہ ﷺ کا خلق، خلق عظیم ہے

ڈاکٹر ابوالحسن الازہری

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیۡمٍ. (القلم،۶۸: ۴)

’’اور بے شک آپ عظیم الشان خلق پر قائم ہیں (یعنی آدابِ قرآنی سے مزّین اور اَخلاقِ اِلٰہیہ سے متّصف ہیں)‘‘۔

رسول اللہ ﷺ کی ذات اقدس کو باری تعالیٰ نے تمام انسانوں کے حق میں خلق عظیم اور اسوہ جلیل اور بے مثل سیرت اور سب کے لئے قابل تقلید نمونہ، انسان سازی اور شخصیت و کردار کی تشکیل کے لئے ایک ماڈل آف لائف بنایا ہے۔

اعلیٰ خلق، انسان کی ضرورت

اللہ رب العزت کو کونسا انسان پسند ہے اس انسان کے اخلاق اور اعمال کیا ہوں اس انسان کے اطوار اور طریقے کیا ہوں اور اس انسان کی عادات اور خصلتیں کیا ہوں اور اس انسان کے اندر کون کون سی انسانی صفات ہوں کہ وہ انسان اپنے وجود میں بھی انسان لگے اور انسانیت کا قابل فخر نمائندہ ہو اور انسانیت کے حق میں قابل رشک ہو اور اللہ کا بھی فرمانبردار ہو اور رسول اللہ ﷺ کا بھی اطاعت گزار ہو۔ وہ انسان بنے جس کے لئے قرآن نے کہا:

وَلَقَدۡ کَرَّمۡنَا بَنِیۡۤ اٰدَمَ .(الاسراء، ۱۷: ۷۰) ’’اور بے شک ہم نے بنی آدم کو عزت بخشی‘‘۔

اور جس انسان کو ساری مخلوقات میں اشرف المخلوق ہونے کا شرف عطا کیا ہے اور اس کے لئے ارشاد فرمایا:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ. (التین،۹۵: ۴)

''بے شک ہم نے انسان کو بہترین (اعتدال اور توازن والی) ساخت میں پیدا فرمایا ہے''۔

انسان کی وجہ فضیلت عقل ہے

انسان کا شرف تمام مخلوقات پر صرف مشکل کی بناء پر نہیں بلکہ عقل کی بناء پر ہے اور اسی حقیقت کو ہم یوں بھی بیان کر سکتے ہیں کہ انسانی شرف، صورت کی بناء پر نہیں بلکہ سیرت کی بناء پر ہے لیکن اب سوال یہ ہے کہ انسان اپنی سیرت کیسے بنائے اپنی سیرت کی تعمیر کیسے کرے اپنی سیرت کے لئے کونسے رہنما اصول اور ضابطے اختیار کرکے کون سے اخلاق اپنائے اور کون سے اخلاق چھوڑے۔ کس عمل کو اپنے وجود میں جگہ دے اور کس عمل کو اپنے وجود سے دور رکھے اور کیسی اس کی سیرت ہو جو بندوں کے ہاں بھی قبول ہو اور رب کی بارگاہ میں بھی مقبول ہو۔ اس کا فیصلہ اگر کوئی انسان کرتا تو کوئی اسے مانتا اور کوئی اس کا انکار کر دیتا، رب نے چاہا کہ اپنے بندوں پر ایک اور مہربانی اور کرم نوازی کروں جہاں ان کو میں نے صورت دی ہے وہاں ان کو سیرت بنانے کا راز بھی عطا کردوں تو فرمایا:

تمہیں تمہاری سیرت اپنے نبی ﷺ کی سیرت کے ذریعے عطا کرتا ہوں اور میں نے اپنے نبی کی سیرت کو سیرت کامل، اسوہ اکمل اور آپ کی حیات کو دوسروں کے لئے ایک نمونہ کمال بنایا ہے۔ اس لئے ارشاد فرمایا:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ . (الاحزاب،۳۳: ۲۱)

''فی الحقیقت تمہارے لیے رسول اللہ (ﷺ کی ذات) میں نہایت ہی حسین نمونۂ (حیات) ہے''۔

رسول اللہ ﷺ اور خلق عظیم

حیات رسول کو اسوہ حسنہ اور سیرت بے مثل اور دوسروں کے لئے قابل عمل بنانے کے رازوں میں سے ایک راز خود باری تعالیٰ نے قرآن حکیم میں ظاہر کردیا کہ آپ ''خلق عظیم'' کے مالک ہیں اور رسول اللہ ﷺ نے خود بھی اس حقیقت کو آشکار کردیا ہے کہ لوگو! اللہ رب العزت نے مجھے رسول بنا کر بھیجا ہے۔ میری بعثت اور میری رسالت اور میری نبوت کے مقاصد میں سے ایک بہت بڑا مقصد تمام انسانوں کے لئے اعلیٰ اخلاق، اعلیٰ رویوں، اعلیٰ اطوار اور اعلیٰ عادات کا ظہور ہے اور باری تعالیٰ نے جو بھی ایک اعلیٰ خلق ہے وہ مجھے عطا کردیا ہے

اب تک اور رہتی دنیا تک جو بھی ایک اعلیٰ خلق کسی انسان میں ہوسکتا ہے حتیٰ کہ باری تعالیٰ نے مختلف انبیاء علیہم السلام کو جو اخلاق کریمانہ عطا کئے ہیں۔ وہ سارے کے سارے میری ذات میں جمع کر دیئے ہیں، ہر خلق رفیع کو باری تعالیٰ نے میری ذات میں مجتمع کر دیا ہے۔

میں انسانوں کو اللہ کی طرف اعلیٰ اخلاق دینے کے لئے آیا ہوں اور اعلیٰ ارفع اخلاق کا عملی اظہار کرنے کے لئے آیا ہوں۔ تمام انسانوں کے سامنے باری تعالیٰ نے مجھے حسن اخلاق، مکارم اخلاق اور خلق قرآن کا پیکر بنایا ہے۔ اس لئے لوگوسن لو میں تمہارے سامنے اپنی بعثت کا مقصد یوں بیان کرتا ہوں۔

انما بعثت لاتمم مکارم الاخلاق. ''میں اعلیٰ اخلاق کی تکمیل کے لئے بھیجا گیا ہوں''۔

اس مضمون کو دوسری حدیث میں حسن الاخلاق سے بیان کیا ہے۔ حضرت امام مالکؒ سے مروی ہے:

عن مالک بلغه ان رسول الله ﷺ قال بعثت لاتمم حسن الاخلاق.

(موطا امام مالک، باب حسن الاخلاق)

''میں حسن اخلاق کی تکمیل کے لئے بھیجا گیا ہوں''۔

خلق عظیم اور مکارم اخلاق

اب ان دونوں احادیث مبارکہ میں جو الفاظ آئے ہیں وہ ساری توجہ اپنی طرف مبذول کرتے ہیں۔ ایک حدیث میں ''مکارم اخلاق'' اور دوسری میں ''حسن اخلاق'' کی تکمیل کو رسول اللہ ﷺ نے اپنی بعثت کا مقصد عظیم قرار دیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ہر خلق کو اپنی ذات میں اختیار کر کے اسے خلق عظیم بنا کر اللہ کی مخلوق کے سامنے ظاہر کیا ہے۔ آپ ﷺ نے ہر انسانی خلق کو اپنی ذات میں خلق عظیم بنایا ہے۔ خواہ وہ خلق صدق ہو، خلق صبر ہو، خلق حیاء ہو، خلق احسان ہو، خلق احصان ہو (پاک دامنی) خلق امانت داری اور خلق دیانت داری ہو۔ خلق وفائے عہد ہو، خلق شکر ہو خلق عفو ہو، خلق عدل و انصاف ہو، خلق تواضع و انکساری ہو، خلق حلم و بردباری ہو، خلق رحم و مہربانی ہو، خلق سخاوت و جودو کرم ہو، خلق شجاعت و بہادری ہو، خلق ایثار و بے نفسی ہو، خلق حق گوئی اور صاف گوئی ہو، خلق اعتدال و توازن ہو اور خلق رفق و نرمی ہو۔

ان سب اخلاق کو رسول اللہ ﷺ نے اپنی ذات میں خلق عظیم کی صورت میں پروان چڑھایا۔ ان سارے خلقوں کو اپنے کمال پر پہنچایا ہے اور ان سب کو پرعظمت اور انسان کے لئے باعث عزت بنایا ہے اور ان

سب اخلاق کو اتنا عظیم اور اتنا زعیم اور اتنا وجہ تکریم اور اتنا باعث تنعیم بنایا ہے جب ان میں سے خلق صدق آپ کی ذات اقدس سے ظاہر ہوا تو باری تعالیٰ نے اسے خلق عظیم قرار دیا۔ اسی طرح جب خلق صبر آپ سے ظاہر ہوا تو باری تعالیٰ نے فرمایا آپ اس خلق میں صبر عظیم پر فائز ہیں جب خلق حیاء آپ سے ظاہر ہوا تو آپ اس میں بھی خلق عظیم پر فائز ہوئے۔

رسول اللہ ﷺ نے خلق کو خلق عظیم بنایا

رسول اللہ ﷺ نے خلق احسان کو خلق عظیم بنایا، خلق احسان کو خلق عظیم بنایا، خلق امانت و دیانت کو خلق عظیم بنایا، خلق وفائے عہد کو خلق عظیم بنایا، خلق شکر کو خلق عظیم بنایا، خلق عفو کو خلق عظیم بنایا، خلق عدل و انصاف کو خلق عظیم بنایا، خلق تواضع و انکساری کو خلق عظیم بنایا، خلق حلم و بردباری کو خلق عظیم بنایا، خلق رحم و مہربانی کو خلق عظیم بنایا، خلق سخاوت و جود و کرم کو خلق عظیم بنایا، خلق شجاعت و بہادری کو خلق عظیم بنایا، خلق ایثار و بے نفسی کو خلق عظیم بنایا، خلق حق گوئی اور خلق صاف گوئی کو خلق عظیم بنایا اور خلق اعتدال و توازن کو خلق عظیم بنایا اور خلق رفق و نرمی کو خلق عظیم بنایا۔

جب ہر خلق رسول اللہ ﷺ کے وجود اقدس میں خلق عظیم بنتا چلا گیا اور ہر خلق آپ کی ذات میں مکارم اخلاق کی منزل پر پہنچتا گیا اور ہر خلق آپ کی ذات اقدس میں حسن اخلاق کے مقام پر پہنچتا گیا تو باری تعالیٰ نے ہر ہر خلقِ حسن کی آپ کی ذات اقدس میں تکمیل اور کمال کی بشارت اس آیہ میں یوں دی:

وَ اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیۡمٍ. (القلم،۶۸ :۴)

''اور بے شک آپ عظیم الشان خلق پر قائم ہیں (یعنی آدابِ قرآنی سے مزّین اور اَخلاقِ اِلٰہیہ سے متّصف ہیں)''۔

اخلاق سیئہ کا انسداد

اخلاق کی تعمیر، تشکیل اور تکمیل کا ایک پہلو یہ بھی تھا کہ آپ ﷺ نے جہاں اخلاق حسنہ کو اپنے عروج وکمال پر پہنچایا وہاں اخلاق سیئہ اور اخلاق شنیعہ کی قباحتوں سے آگاہ کیا اور ہر ہر خلق سیئہ اور خلق شنیعہ کی جڑیں آپ نے کاٹ ڈالیں، دنیا بھر میں پھیلا ہوا کذب آپ کے دور میں کمزور پڑ گیا۔ وعدہ خلافی کا آپ نے سدباب کیا۔ خیانت پر کاری ضرب لگائی۔ کبرو غرور کے بت کو زمین بوس کیا، حسد کی لعنت سے خبردار کیا،

خودستائی کے صنم کو پاش پاش کیا۔ غیبت کا قلع قمع کیا، تمسخرا و استہزاء کا خاتمہ کیا، بدظنی و بدگمانی پر پہرے بٹھائے، بخل کو اللہ کے انعامات کے خلاف جانا، بہتان اور تہمت کو معاشرتی اخوت و محبت کے خلاف تصور کیا، چغل خوری کو انسانی نفرت کی اساس قرار دیا، ظلم کو انسانی وجود کی عظمت کے خلاف گردانا، منافقت کو انسانی ذلت قرار دیا، بے جا خوشامد کو انسانی رفعت کے خلاف جانا، فحش گوئی کو حسن تکلم کے آداب کے منافی سمجھا، ریاء کو اعمال کے ضیاع کا سبب مانا، حرص و طمع کو انسانیت کی تذلیل اور توہین جانا، غیظ و غضب کو انسانی وقار کے خلاف تسلیم کیا، عیب جوئی کو اپنی ذات سے بے وفائی اور بدعہدی جانا، غرضیکہ رسول اللہ ﷺ کا خلق عظیم دونوں اعتبار سے تھا۔ خلق حسنہ کے اثباتی پہلو کے اعتبار سے اور خلق سیئہ کے انسدادی پہلو کے لحاظ سے تھا۔ گویا کہ آپ ﷺ نے خلق حسنہ کا اثبات کیا ہے اور خلق سیئہ کا انسداد کیا ہے۔ خلق حسنہ کو فروغ دیا ہے اور خلق سیئہ کی ممانعت اور خاتمہ کیا ہے۔

خلق رسول ﷺ میں خلق الٰہیہ کی جلوہ آرائی

رسول اللہ ﷺ نے اپنے اخلاق کریمانہ پر اللہ کے اخلاق کا رنگ چڑھایا ہے، اپنے اخلاق کو اخلاق الٰہی کے تابع کیا ہے، جب خلق محمدی ﷺ خلق الٰہی میں ڈھل گئے اور قرآن کی زبان میں ان کی یہ صورت ہوگئی۔

وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللهِ صِبْغَةً . (البقرہ، ۲:۱۳۸)

''اللہ سے بڑھ کر کس کا رنگ (خلق) سب سے اچھا ہے''۔

جب ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ نے رسول اللہ ﷺ کے اخلاق کریمانہ کے اس رنگ اور اس کی کیفیت اور اس فضیلت کو دیکھا تو پوچھنے والے سائل کے سوال میں خلق رسول اللہ ﷺ کی وہ تعریف کردی ہے اور خلق رسول ﷺ کی وہ حقیقت بتادی ہے جو آج تک سب سے زیادہ معتبر، سب سے زیادہ مستند اور سب سے زیادہ جامع ہے۔ ام المومنین کا ایک مختصر جملہ ہزاروں کتابوں اور لاکھوں خطبوں کا مواد اپنے اندر لئے ہوئے ہے۔ ام المومنین نے فرمایا اے خلق رسول کے بارے میں سوال کرنے والے جان لے، خلق رسول ﷺ یہ ہیں:

کان خلقه القرآن. ''آپ کا سارا خلق قرآن ہی ہے''۔

رسول اللہ ﷺ کے ہر خلق کی بنیاد اللہ کا قرآن ہے، ہر خلق رسول کی اساس قرآن سے پھوٹی ہے، ہر خلق رسول پر قرآن کا رنگ چڑھا ہے، ہر خلق رسول میں روشنی قرآن سے ہے، قرآن اگر بیان اخلاق ہے تو

رسول اللہ ﷺ کی ذات اقدس قرآن کے اخلاق کا عملی اظہار اور مضبوط ثبوت ہے۔قرآن اگر نظریہ اخلاق ہے تو رسول اللہ کی سیرت ان اخلاق کا عملی اظہار ہے۔قرآن کے ہر خلق کی کامل، اکمل اور باکمال تصویر رسول اللہ کی ذات اقدس ہے۔

خلق کو اعلیٰ بنانے کی دعا

رسول اللہ ﷺ اپنے اخلاق پر خلق الٰہیہ کا رنگ چڑھانے کے لئے یوں دعا کرتے ہوئے نظر آتے ہیں:

عن عائشة قالت كان رسول الله اللهم حسنت خلق فاحسن خلقى. (مسند امام احمد بن حنبل)

''اے اللہ تو نے مجھے صورت میں ظاہری حسن و جمال عطا کیا ہے پس اسی طرح مولا میرے اخلاق و کردار کو حسن و جمال کی بلندیوں پر پہنچا اور میرے خلق کو حسنِ خلق سے مزین فرما''۔

حسن خلق اللہ کی نعمتوں اور بندے پر رب کی رحمتوں اور رب کی عطاؤں میں سے سب سے بڑی عطاء، حسن خلق ہی ہے اس لئے حضرت اسامہ بن شریک روایت کرتے ہیں:

عن اسامه بن شريک قال شهدت رسول الله ﷺ والاعراب يسئلونه قالوا يارسول الله ماخير مااعطى العبد قال خلق حسن. (مسند امام اعظم، کتاب الادب)

''حضرت اسامہ بن شریک سے مروی ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور اعرابی لوگ آپ ﷺ سے سوال کر رہے تھے اور پوچھ رہے تھے کہ یارسول اللہ ﷺ ایک بندے کو سب سے بہترین چیز رب کی بارگاہ سے کیا عطا کی گئی ہے؟ تو اس پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ سب سے بڑی نعمت حسن خلق ہے''۔

حسن خلق ایک عظیم نعمت

رب کی ہر نعمت انسان کے لئے بہت بڑی ہے لیکن کچھ نعمتیں ایسی ہیں جو دوسری نعمتوں کا سبب بن جاتی ہیں اور اللہ کی کرم نوازیوں اور فضل و انعام کا باعث بن جاتی ہیں تو ان میں سے ایک انسان کا حسن اخلاق ہے اور اعلیٰ اخلاق سے مزین ہونا ہے۔

حسن خلق رب سے مانگنے اور اپنی ذات میں ارادی طور پر اختیار کرنے سے آتا ہے۔خلق حسن اور خلق سیئہ بندے کا اختیاری فعل ہے۔اسے اپنانا اور ترک کرنا بندے پر منحصر ہے۔اسے اپنے وجود میں ڈھالنا اور اپنے

وجود سے ہٹانا بندے کا اختیار ہے۔ اس لئے رسول اللہ ﷺ نے اپنے سب امتیوں کو اخلاق حسنہ اپنانے اور اختیار کرنے کا حکم دیا ہے۔

حضرت معاذ بن جبلؓ کو بطور خاص جب آپ ﷺ یمن بھیج رہے تھے تو اس وقت ان کو یوں ارشاد فرمایا:

احسن خلقک للناس. (موطا امام مالک، باب ماجاء فی حسن الخلق)

''لوگوں کے ساتھ اچھے اخلاق کے ساتھ پیش آنا''۔

اسی طرح حضرت ابوذرؓ کو بھی یہی حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

خالق الناس بخلق حسن. ''لوگوں کے ساتھ حسن اخلاق کے ساتھ پیش آؤ''۔

خلق حسن کو کیسے اختیار کریں

اب سوال یہ ہے کہ آج ہم حسن خلق اختیار کرنا چاہیں تو کیسے کریں؟ اور ہم ایک عمل اختیار کرلیں تو ہمارا ہر عمل حسن خلق بنتا چلا جائے۔

عن النواس بن سمعانؓ قال سالت رسول الله ﷺ عن البر والاثم فقال البر حسن الخلق والاثم ماحاک فی صدرک وکرهت ان یطلع علیه الناس. (صحیح مسلم، باب تفسیر البروالاثم)

''نواس بن سمعانؓ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا یارسول اللہ ﷺ نیکی کیا ہے اور بدی کیا ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: حسن خلق اختیار کرنا نیکی ہے اور گناہ یہ ہے جو تیرے دل میں کھٹکے اور تو اس بات کو ناپسند کرے کہ لوگ اس پر مطلع ہوجائیں''۔

اب اس حدیث مبارکہ میں ہر برّ کو ہر نیکی کو اور نیک عمل کو اور عمل صالح کو رسول اللہ ﷺ نے حسن خلق قرار دیا ہے۔ گویا حسن خلق سراسر نیکی ہے اور نیک عمل اختیار کرنا ہے خود کو وجود صالح بنانا ہے اور ہر عمل صالح کو اختیار کرنا ہے اور عمل صالح ہی حسن خلق ہے اور عمل اطاعت ہی مکارم خلق ہے۔ عمل بندگی ہی ارفع خلق ہے اس لئے رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت کے ہر فرد کو حکم دیا:

عن زیاد یرفعه الی النبی ﷺ انه امر بالنصح لکل مسلم. (مسند امام اعظم کتاب الادب)

''آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہر ایک مسلمان کے ساتھ خیر خواہی کرو''۔

یہ خیر خواہی ہی انسان کو خوش اخلاق بناتی ہے اور حسن خلق کا پیکر بناتی ہے۔

امت کو اخلاق حسنہ اپنانے کی ترغیب اور تاکید

رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت کو اخلاق حسنہ کو اپنانے کی ترغیب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

اکمل المومنین ایمانا احسنھم خلقا۔ (جامع ترمذی)

’’مومنوں میں سے ایمان کے لحاظ سے کامل وہ ہے جس کے اخلاق اچھے ہوں‘‘۔

اور دوسری حدیث میں فرمایا:

ان من خیارکم احسنکم اخلاقا۔ (صحیح بخاری)

’’تم میں سے سب سے اچھا وہ ہے جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں‘‘۔

اسی طرح ایک اور حدیث مبارکہ میں ارشاد فرمایا:

قال رسول اللہ ﷺ ان من احبکم احسنکم اخلاقا۔

’’اللہ کے بندوں میں سے اللہ کا سب سے زیادہ محبوب وہ ہے جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں‘‘۔

یہ احادیث مبارکہ آج ہم سب اہل ایمان سے تقاضا کرتی ہیں کہ ہم اپنے اخلاق کو اخلاق حسنہ سے مزین کریں، خود کو اکمل المومنین بنانے کے لئے اخلاق حسنہ کو اختیار کریں اور ’’ان من خیارکم‘‘ میں تم میں سے سب سے بہتر کا اعزاز پانے کے لئے اور **ان من احبکم** (تم میں سب سے زیادہ پسندیدہ) کا مقام پانے کے لئے اخلاق حسنہ کو اپنی شخصیت کی پہچان بنائیں۔ اپنی ظاہری وجود کو سنوارنے کی طرح باطنی وجود کو بھی اعلیٰ عادات، اعلیٰ اخلاق، اعلیٰ رویوں سے مزین کریں۔ اپنے وجود کو اعلیٰ انسانی اوصاف کا پیکر بنائیں، انسانیت کے شرف کو اپنے وجود سے تسلیم کرائیں۔ **ولقد کرمنا بنی آدم** کو اپنی شخصیت کی شناخت بنائیں اور خود کو **لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم** اور **لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنہ** کا پیکر اتم بنائیں۔

باری تعالیٰ ہمارے ظاہر و باطن کو سیرت الرسول کا پیکر بنائے اور ہمیں اپنی بندگی اور رسول کی اطاعت گزاری کی زندگی عطا فرمائے۔ آمین

☆☆☆☆☆

ام المومنین حضرت جویریہ بنت الحارثؓ

نواز رومانی

بعثت سے دو سال پہلے حارث بن ابی ضرار کے ہاں ایک بیٹی نے جنم لیا، باپ نے اس کا نام برہ رکھا۔ بچی چندے آفتاب و چندے ماہتاب تھی جو ایک بار دیکھ لیتا پھر چہرہ سے نظر نہ ہٹاتا لہذا اس کی پرورش بڑے نازونعم میں ہونے لگی۔ بنی مصطلق کے سردار کی یہ بیٹی جوں جوں بڑی ہورہی تھی اس کے حسن وخوب صورتی میں اورنکھار آتا جارہا تھا، باپ بھی اس کی ہر خواہش کو مقدم رکھتا تھا اور جو کہتی تھی، اسے پورا کرتا تھا۔

وقت بڑی تیزی سے برہ کو بلوغت کی سرحدوں کے قریب لے جارہا تھا اور پھر ایک دن بلوغت کی سرحد پر پہنچ کر اس کو عبور کرگئی تو اس کے بیاہ کی فکر دامن گیر ہوگئی۔

برہ اب اس قابل ہے کہ اس کی شادی کردی جائے۔ بیوی نے ایک دن بات چھیڑی۔ مجھے احساس ہے۔ میاں بیوی بیٹھے یہ باتیں کر ہی رہے تھے کہ اسی اثناء میں صفوان آگیا جو ان کے اپنے قبیلے کا ہی مشہور شخص تھا۔ کیا باتیں ہورہی تھیں؟ اس نے بیٹھتے ہوئے پوچھا۔ برہ کی شادی کے بارے میں سوچ رہے تھے۔ حارث بن ابی ضرار نے کہا۔ اس میں سوچنے کی کیا بات ہے، میں اپنے لڑکے مسافع کے لئے آیا ہوں۔

صفوان نے کہا تو دونوں میاں بیوی ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر مسکرائے جیسے انہوں نے صفوان کی اس تجویز کو پسند کیا ہو اور پھر رشتہ طے ہوگیا اور جلد ہی مسافع اور برہ کی آپس میں شادی ہوگئی۔

مسافع اور برہ بڑی خوش گوار زندگی بسر کررہے تھے ایک دن برہ اپنی خواب گاہ میں آرام کررہی تھیں، چاند آسمان کی پہنائیوں میں محوخرام تھا، ہر سو خاموشی محیط تھی، عالم خواب میں کیا دیکھتی ہیں کہ یثرب کی طرف سے چاند چلتا آرہا ہے یہاں تک کہ وہ میری آغوش میں اتر آیا ہے۔ خواب دیکھنے کے بعد فوراً آنکھ کھل گئی اور اس پر غور کرنے لگیں۔ اس کی کیا تعبیر ہوسکتی ہے؟

آپ سوچنے لگیں اور پھر ان کے کانوں میں قبیلے کے کئی لوگوں کی آوازیں گونجنے لگیں۔ محمد بن

عبداللہ ﷺ کا دین روز افزوں پھیلتا جا رہا ہے جو ایک بار حلقہ اسلام میں داخل ہو جاتا ہے پھر اس پر مرمٹتا ہے۔ حضور ﷺ کے غلاموں اور عاشقوں کی مثل دنیا میں کہیں نہیں ملتی۔

اور پھر انہوں نے خود ہی خواب کی تعبیر لی اور مسکرا دیں۔ صبح جب وہ اٹھیں تو انہوں نے رات کے خواب کا کسی سے ذکر نہیں کیا، چہرے پر عجیب طرح کی بشاشت تھی جو اس سے قبل کبھی دیکھنے میں نہیں آئی تھی۔ مسافع نے اس غیر معمولی بشاشت کی وجہ بھی دریافت کی لیکن انہوں نے کوئی جواب نہ دیا۔

حارث بن ابی ضرار اور مسافع اسلام کے سخت مخالف تھے، ان کو اسلام کا پھیلنا ایک آنکھ نہ بھاتا تھا۔ لہذا حارث بن ابی ضرار نے مدینہ پر یلغار کی نیت سے تیاریاں شروع کر دیں۔

۲ شعبان ۵ ہجری کو اسلامی لشکر بنی مصطلق کی طرف سے روانہ ہوا جو مدینہ منورہ سے نو منزل پر ہے اس لشکر میں ایک ہزار مجاہدین تھے، مہاجرین کا جھنڈا حضرت صدیق اکبر اور انصار کا علم حضرت سعد بن عبادہؓ کو عطا فرمایا۔ اس غزوہ میں حضور اکرم ﷺ کے ہمراہ امہات المومنین حضرت عائشہؓ و حضرت ام سلمہؓ بھی تھیں۔ ادھر حارث بن ابی ضرار کو بھی اطلاع مل گئی تھی کہ اسلامی لشکر چل پڑا ہے اور یہ بھی پتہ چل گیا تھا کہ اس کا جاسوس قتل کر دیا گیا تھا جسے اس نے رسول اللہ ﷺ کی خبر لانے کے لئے بھیجا تھا۔

وہ لوگ جو اسلام دشمنی سے مغلوب ہو کر حارث بن ابی ضرار کے پاس جمع ہوئے تھے انہوں نے جب دیکھا کہ مسلمان ان کے سر پر پہنچ گئے ہیں تو انہوں نے راہ فرار اختیار کی۔ حارث نے بھی اسی میں عافیت سمجھی کہ بھاگ جائے لیکن باقی اہل قبیلہ نے صف بندی کر لی اور مسلمانوں پر تیر برسانے شروع کر دیئے۔ تھوڑی ہی دیر میں مشرکین کے کس بل نکل گئے، ان کے دس لوگ جنگ میں مارے گئے جن میں مسافع بن صفوان، برہ کا خاوند بھی شامل تھا، مسلمانوں میں سے صرف ایک صحابہ حضرت ہشام بن صباحہؓ شہادت پر فائز ہوئے تھے۔

اس غزوہ میں جو تاریخ میں غزوہ بنی مصطلق یا مریسیع مشہور ہے، دو ہزار اونٹ، پانچ ہزار بکریاں مال غنیمت میں ملیں اور دو سو گھروں کے چھ سو مرد، عورتیں اور بچے اسیر ہوئے جن میں رئیس قبیلہ کی بیٹی برہ بھی شامل تھیں۔ مال غنیمت کو مجاہدین میں بانٹ دیا گیا اور قیدیوں کو لوگوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ برہ بنت حارث (رضی اللہ عنہا)، حضرت ثابت بن قیس بن شماسؓ اور ان کے چچا زاد بھائی کے حصہ میں آئیں۔

میں آپ کی مکاتبہ بننے کے لئے تیار ہوں۔ برہ بنت حارث نے حضرت ثابت بن قیس انصاریؓ سے کہا۔ ٹھیک ہے آپ مجھے نو اوقیہ سونا دے دیں میں آپ کو آزاد کر دوں گا۔ وہ سوچنے لگیں: مجھے لوگوں سے مکاتب

کی رقم مانگ کر ادا کر دینی چاہیے۔ مجھے سب سے پہلے رحمت مجسم ﷺ کے در اقدس پر دستک دینا چاہیے جہاں سے کبھی کوئی نامراد نہیں لوٹا۔ حضور اکرم ﷺ اس وقت کہاں ملیں گے۔ برہ بنت حارث نے حضرت ثابت بن قیسؓ سے دریافت کیا۔

حارث بن ابی ضرار جو غزوہ بنی مصطلق کے وقت بھاگ گیا تھا اسے جب پتہ چلا کہ اس کی بیٹی کو کنیز بنا کر لے گئے ہیں تو اپنی بیٹی کے فدیہ میں چند اونٹ لے کر مدینے کی طرف چل پڑا جب وہ اونٹ لے کر چلا تھا، ان میں سے دو اونٹ اسے بہت پسند تھے لہٰذا وہ اس نے وادی عقیق کی گھاٹیوں میں سے ایک گھاٹی میں چھپا دیئے اور باقی اونٹ لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں پہنچا۔

جب وہ مدینہ منورہ پہنچا تو اس سے پہلے ان کی بیٹی رحمۃ للعالمین ﷺ سے مدد کی درخواست کر چکی تھیں۔ آپ باہر تشریف لائے تو حارث بن ابی ضرار نے عرض کی:

میری بیٹی کنیز نہیں بن سکتی، میری شان اس سے بالا تر ہے، میں اپنے قبیلے کا سردار اور رئیس عرب ہوں، آپ اس کو آزاد کر دیں اور زر فدیہ لے لیں۔ وہ دو اونٹ کہاں ہیں جو تم راستے میں چھپا آئے ہو؟

رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا اور اس گھاٹی کا نام بھی بتا دیا جہاں انہیں چھپایا تھا۔ آپ کو کس نے اطلاع دی؟ بے شک آپ اللہ کے رسول ہیں۔ حارث بن ضرار نے کہا اور مسلمان ہو گیا۔

برہ بنت حارث جب آزاد ہو گئیں تو انہوں نے حضور ﷺ کی خدمت عالیہ میں ہی رہنے کو فوقیت دی اور والد کے ساتھ جانے سے انکار کر دیا۔ جب رسول اللہ ﷺ کو علم ہوا تو آپ ﷺ نے حارث بن ابی ضرارؓ کو برہ سے نکاح کا پیغام بھیجا جو انہوں نے بصد خوشی قبول کر لیا۔ حضور اکرم ﷺ نے حضرت برہؓ کے قبیلے کے چالیس غلام بھی آزاد کر دیئے۔ آپ نے برہ کا نام بدل کر جویریہ رکھ دیا اور اس طرح حضرت جویریہؓ کا وہ خواب سچا ثابت ہوا جو انہوں نے کئی سال پہلے دیکھا تھا کہ یثرب سے چلتا ہوا چاند ان کی آغوش میں آ گیا ہے اور جو تعبیر انہوں نے اس وقت نکالی تھی، وہی نکلی۔

برہ کا مطلب نیکی واحسان ہے لیکن اس لفظ کے استعمال سے منفی معنی بھی نکلتے ہیں۔ بقول حضرت براء بن عازبؓ، حضور اکرم ﷺ اس نام کو مکروہ جانتے تھے اور اسی بناء پر برہ کا نام بدل کر جویریہؓ رکھ دیا تھا۔

جب لوگوں کو علم ہوا کہ آقائے نامدار ﷺ نے حضرت جویریہ بنت حارثؓ سے شادی کر لی ہے تو لوگ بولے: کیا رسول اللہ ﷺ کے سسرال والے غلام بنائے جائیں، ہرگز نہیں یہ محبت کے منافی ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی تھیں، میں نے کسی عورت کو جویریہؓ سے بڑھ کر اپنی قوم کے حق میں مبارک نہیں دیکھا، ان کے سبب بنومصطلق کے تمام گھرانے آزاد کردیئے گئے۔

ام المومنین حضرت جویریہ بنت حارثؓ کے تمام بہن بھائی اور والد دولت اسلام سے مالا مال ہوگئے تھے۔ حضرت جویریہؓ کے لئے مسجد نبوی کے قریب ہی امہات المومنین کے دوسرے حجرات سے متصل ایک حجرہ تعمیر کرادیا گیا تھا۔ بقول ابن سعد اس کی دیواریں کچی اینٹوں کی اور چھت کھجوروں کی شاخوں سے بنائی گئی تھی جسے گارے سے لیپ دیا گیا تھا، دروازے پر اونی ٹاٹ کا پردہ تھا جس کا طول تین ہاتھ اور عرض ایک ہاتھ تھا۔ ایک دن رحمت للعالمین ﷺ وہاں موجود تھے تو حضرت جویریہؓ نے عرض کی:

یارسول اللہ ﷺ! آپ کی دوسری عورتیں مجھ پر فخر کرتی ہیں۔ کیا؟ جب انہوں نے بتایا تو آپ ﷺ نے فرمایا: کیا میں نے تمہارے مہر میں بڑی رقم ادا نہیں کی؟ کیا میں نے تمہاری قوم کے چالیس غلام آزاد نہیں کئے؟

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں: جویریہؓ بڑی شیریں، موزوں اندام، ملیح اور صاحب حسن و جمال عورت تھیں جو کوئی دیکھتا فریفتہ ہوجاتا تھا، ظاہری حسن و جمال کے علاوہ آپ باطنی حسن سے بھی مالا مال تھیں، بڑی زاہدہ، متقیہ، راست باز، عبادت گزار، قناعت پسند، مجسمہ صبر و رضا، برد بار و حلیم جودوسخا، عجز و انکساری، ایثار و اخلاص اور ذکر وتلاوت میں یکتا تھیں۔ یہ سب خوبیاں رسول اللہ ﷺ کی بدولت اور تعلق سے نکھر کر ابھری تھیں۔

اہل سیر بیان کرتے ہیں کہ ایک دن حبیب اللہ ﷺ نماز فجر کے بعد سیدھے حضرت جویریہؓ کے پاس سے باہر تشریف لائے تو اس وقت وہ اپنے مصلے پر بیٹھی مشغول عبادت تھیں، نورمجسم ﷺ چاشت کے وقت ان کے پاس تشریف لائے تو ان کو مصلے پر بیٹھے پایا تو فرمایا:

جب سے باہر گیا ہوں اس وقت سے تم اسی جگہ یونہی بیٹھی ہو؟ عرض کی: جی رسول اللہ ﷺ! زوجہ محترمہ کی بات سنی تو ارشاد فرمایا: جس وقت سے میں تمہارے پاس سے گیا ہوں اب تک چار کلمے میں نے پڑھے ہیں اگر ان کو ان کے ساتھ موازنہ کیا جائے جو تم نے اب تک پڑھے ہیں تو یقیناً وہ چار کلمے وزنی ہوں گے۔

میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان، وہ کون سے کلمات ہیں؟ اے اللہ کے حبیب ﷺ! حضرت جویریہ بنت حارثؓ نے عرض کیا اور ہمہ تن گوش ہوگئیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا وہ کلمات یہ ہیں:

سبحان الله عدد ما خلقه　　　سبحان الله رضا نفسه

سبحان الله زنته عرشه　　　سبحان الله مداد كلما ته

بتانے کا مقصد یہ تھا کہ اپنے ذکر میں ان کلمات کو بھی شامل کرلیں جو بظاہر کم ہیں لیکن مدلول زیادہ ہے۔ ام المومنین سیدہ حضرت جویریہ بنت حارثؓ روحانی بالیدگی اور تزکیہ نفس کی خاطر نفلی روزے کا خاص اہتمام فرماتی تھیں، خاص طور پر جمعۃ المبارک کو روزہ رکھتی تھیں۔ ایک مرتبہ جمعۃ المبارک کو حضور اکرم ﷺ ان کے ہاں تشریف لے گئے اس دن ان کا روزہ تھا، پوچھا:

گذشتہ کل روزہ رکھا تھا؟ نہیں یارسول اللہ ﷺ! انہوں نے جواب دیا۔ کیا آنے والے کل کو روزہ رکھنے کا ارادہ ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے دریافت کیا۔ جی ارادہ تو نہیں ہے۔ حضرت جویریہؓ نے عرض کیا، سنا تو فرمایا: افطار کردو۔ حکم کی دیر تھی کہ انہوں نے روزہ افطار کرلیا۔

اس سے امت کی تعلیم مقصود تھی کہ کسی خاص دن کو نفلی روزے کے لئے مخصوص نہیں کرلینا چاہئے تاکہ یہود و نصاریٰ کے ساتھ مشابہت کا موجب نہ ہوجائے کیونکہ وہ معین دن کی تعظیم کرتے ہیں، یہ معین دن ہفتہ اور اتوار ہیں۔ نیز روز جمعہ روز عید ہے جیسا کہ حدیث پاک میں وارد ہوا ہے لہذا اس دن روزہ رکھنا مناسب نہ ہوگا۔

ایک مرتبہ آپ ﷺ، حضرت جویریہؓ کے گھر تشریف لے گئے اور پوچھا: کچھ کھانے کو ہے؟ میری کنیز نے صدقہ کا گوشت دیا تھا، وہی رکھا ہے اس کے سوا اور کچھ نہیں۔ انہوں نے عرض کیا تو فرمایا: اسے اٹھا لاؤ کیونکہ صدقہ جس کو دیا گیا تھا اس کو پہنچ چکا۔

ام المومنین سیدہ جویریہ بنت حارثؓ، حضور اکرم ﷺ کی زوجیت کے نور و نکہت سے بھرپور فضاؤں میں بے مثل زندگی گزار رہی تھیں، وہم و گمان بھی نہیں تھا کہ یہ حسین و خوش گوار زندگی صرف چھ سالوں پر محیط ہے اور اس کے بعد وہ بیوگی و جدائی کا داغ دے کر اپنے رفیق اعلیٰ کے پاس تشریف لے جائیں گے جب رسالت مآب ﷺ نے وصال فرمایا تو دنیا اندھیر ہوگئی۔ یقین نہیں آتا تھا کہ آنکھیں جو دیکھ رہی ہیں، وہ حقیقت ہے، دل میں ہول اٹھتا تھا، آنکھوں سے اشک رواں تھے لیکن لبوں پہ یہ الفاظ تھے: اے باری تعالیٰ! تو جس حال میں مجھے رکھے، میں ویسے ہی راضی ہوں، مجھے حوصلہ عطا فرما۔

اس وقت ان کی عمر مبارک چھبیس سال کی تھی، زندگی کی طویل راہیں سامنے پھیلی ہوئی تھیں، تھوڑے ہی فاصلے پر حجرہ عائشہ صدیقہؓ میں محبت کرنے والا شوہر، اللہ کا محبوب، رحمۃ للعالمین اور خاتم الانبیاء ﷺ ابدی آرام فرمارہے تھے جب فراق و جدائی کی کسک بہت بے تاب کردیتی اور ملاقات کو دل چاہتا تو ام المومنین سیدہ

حضرت جویریہؓ اپنے حجرے سے نکل کر حجرہ عائشہؓ میں تشریف لے جاتیں۔ سلام عرض کرتیں، قدموں میں بیٹھ جاتیں، بے اختیار آنکھوں میں آنسوؤں کے ستارے جھلملانے لگتے، دل میں باتیں کرنے لگتیں۔ یوں احساس ہوتا جیسے محبوب رب ودود ﷺ قریب بیٹھے باتیں سن رہے ہوں، دل تو نہیں چاہتا تھا کہ وہاں سے اٹھیں لیکن بادل نخواستہ اٹھنا پڑتا اور پھر اپنے حجرے میں تشریف لے جاتیں اور یاد الٰہی میں مصروف ہو جاتیں۔

حالات کچھ بھی تھے لیکن امہات المومنین ﷺ جو موجود تھیں، ان کی بدرجہ اولیٰ عزت وتکریم کی گئی، ان کی ضروریات کا دھیان رکھا گیا، ان سے رہنمائی حاصل کی گئی اور ہر خلیفہ کی یہ کوشش رہی کہ ان کو کوئی تکلیف نہ پہنچے۔ حضرت امیر معاویہؓ تو امہات المومنینؓ کی خدمت باعث افتخار و سعادت سمجھتے تھے۔ انہوں نے حضرت سیدنا جویریہؓ کا سالانہ وظیفہ بارہ ہزار مقرر کر رکھا تھا اس کے علاوہ بھی تحائف ارسال کرتے رہتے تھے۔

حضور اکرم ﷺ سے سیدہ حضرت جویریہؓ کو جدا ہوئے پینتالیس سال ہوگئے اس وقت ان کی عمر ۱۷ سال تھی، یہ ربیع الاول ۵۶ ہجری کا واقعہ ہے۔ سوچ رہی تھیں کہ اسی مہینے میں، میں آقائے نامدار ﷺ سے جدا ہوئی تھی یہاں پہنچ کر ان کی سوچیں گہری ہوگئیں۔ محبت اور اتباع کی یہ بھی تو صورت ہے کہ اسی مہینے بلاوا آجائے۔ اور پھر بلاوا آگیا، طویل جدائی کے بعد اب وصل کا وقت آگیا تھا، آپ ﷺ پہلے سے تیار تھیں اور پھر روح قفس عنصری سے پرواز کرگئی۔

ان دنوں حضرت امیر معاویہؓ کی طرف سے مدینہ منورہ میں مروان بن الحکم حاکم تھا، انہوں نے ام المومنین سیدہ حضرت جویریہ بنت حارثؓ کی نماز جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع میں آسودہ خراب ہوگئیں۔

کتب معتبرہ میں ان سے سات احادیث مروی ہیں جن میں سے دو بخاری شریف میں، دو مسلم شریف میں اور تین دیگر کتب میں ہیں۔ آپؓ کے بہن بھائی بھی مسلمان ہوگئے تھے، ان کے بھائی حضرت عمرو بن حارثؓ سے ایک حدیث پاک مروی ہے، کہتے ہیں:

اللہ کی قسم! رسول اللہ ﷺ نے وصال کے وقت نہ دینار چھوڑا نہ درہم، نہ غلام نہ لونڈی نہ اور کوئی چیز صرف ایک سفید خچر تھا یا ہتھیار تھے یا کچھ زمین تھی جسے آپ نے صدقہ فرمادیا۔ حضرت عمرو بن حارثؓ کی بہن سے بھی درج ذیل حدیث مروی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ دنیا بظاہر بڑی شاداب اور شیریں معلوم ہوتی ہے۔

☆☆☆☆☆

خلیفہ دوم

امیر المومنین حضرت سیدنا عمر فاروقؓ

محمد احمد طاہر

خلیفہ دوم حضرت سیدنا عمر فاروقؓ اسلام کی وہ عظیم شخصیت ہیں کہ جن کی اسلام کے لئے روشن خدمات، جرات و بہادری، عدل و انصاف پر مبنی فیصلوں، فتوحات اور شاندار کردار اور کارناموں سے اسلام کا چہرہ روشن ہے۔

سیدنا عمر بن خطابؓ تاریخ انسانی کا ایسا نام ہے جس کی عظمت کو اپنے ہی نہیں بیگانے بھی تسلیم کرتے ہیں۔ وہ نبی نہیں تھے مگر اللہ نے ان کی زبان حق پر وہ مضامین جاری کردیئے جو وحی کا حصہ بن گئے۔ قبول اسلام کے بعد وہ اسلام اور پیغمبر اسلام کے شیدائی بن کر فاروق کہلائے۔

تعارف

آپؓ کا نام عمر بن خطاب، لقب فاروق اور کنیت ابوحفص ہے۔ آپؓ کا سلسلہ نسب نویں پشت میں حضور نبی اکرم ﷺ سے جا ملتا ہے۔ آپؓ سے قبل چالیس مرد اور گیارہ عورتیں نور ایمان سے منور ہوچکی تھیں۔

آپؓ ''عام الفیل'' کے تقریباً ۱۳ سال بعد مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے اور نبوت کے چھٹے سال پینتیس سال کی عمر میں مشرف بہ اسلام ہوکر حرم ایمان میں داخل ہوئے۔

حضرت سیدنا عمر فاروقؓ کا قبول اسلام

حضرت سیدنا عمر فاروقؓ وہ عظیم المرتبت شخصیت ہیں کہ جن کے لئے رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے خصوصی طور پر دعا مانگی تھی۔

اللھم اعز الاسلام باحب ھذین الرجلین الیک بابی جھل او بعمر ابن الخطاب... (جامع

ترمذی، کتاب المناقب، رقم:۳۶۸۱)

''اے اللہ! تو ابوجہل یا عمر بن خطاب دونوں میں سے اپنے ایک پسندیدہ بندے کے ذریعے اسلام کو غلبہ اور عزت عطا فرما''۔

حضرت سیدنا عمر فاروقؓ مراد رسول ﷺ ٹھہرے۔ ایمان کی لازوال دولت تو اللہ رب العزت نے حضرت سیدنا عمرؓ کی قسمت میں لکھ دی تھی تو پھر یہ دولت ابوجہل کے حصے میں کیونکر آتی۔ آپ ﷺ کی دعا کو بارگاہ الٰہی میں شرف قبولیت سے نوازا گیا اور چند دنوں بعد اسلام کا سب سے بڑا دشمن یعنی عمر بن خطاب اسلام قبول کرکے اسلام کا سب سے بڑا خیر خواہ اور جانثار بن گیا۔

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جب حضرت عمرؓ ایمان لائے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نازل ہوئے اور کہا: اے محمد ﷺ! اہل اسلام نے حضرت عمرؓ کے اسلام لانے پر خوشی منائی ہے۔

(سنن ابن ماجہ، باب فضل عمر، رقم:۱۰۳)

آپؓ کے اسلام قبول کرنے سے نہ صرف اسلامی تاریخ میں انقلابی تبدیلی آئی بلکہ مسلمانوں کی قوت و عظمت میں بھی بے پناہ اضافہ ہوا۔ وہ مسلمان جو پہلے اپنے اسلام کو ظاہر کرتے ہوئے شدید خطرات محسوس کرتے تھے، اب اعلانیہ خانہ کعبہ میں عبادت انجام دینے لگے۔

چنانچہ اس سلسلے میں حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ بے شک حضرت عمرؓ کا قبول اسلام ہمارے لئے ایک فتح تھی اور ان کی امارت ایک رحمت تھی۔ خدا کی قسم ہم بیت اللہ میں نماز پڑھنے کی استطاعت نہیں رکھتے تھے یہاں تک کہ حضرت عمرؓ اسلام لائے۔ پس جب وہ اسلام لائے تو آپ نے مشرکین مکہ کا سامنا کیا یہاں تک کہ انہوں نے ہمیں چھوڑ دیا۔ تب ہم نے خانہ کعبہ میں نماز پڑھی۔ (المعجم الکبیر للطبرانی، رقم:۸۸۲۰)

حضرت سیدنا عمر فاروقؓ کے فضائل و مناقب

حضرت عقبہ بن عامرؓ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لو کان نبی بعدی لکان عمر بن الخطاب. (جامع ترمذی، کتاب المناقب، رقم:۳۶۸۶)

اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ عمر بن خطاب ہوتا۔

اسی طرح ام المومنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

كـانـت فـى الامـم مـحـدثـون ليسـو ابـانبياء فان كان فى امتى فعمر. (دیلمی، مسند الفردوس، رقم:۴۸۳۹)

تم سے پہلی امتوں میں محدثون ہوا کرتے تھے جو کہ انبیاء نہیں تھے اور اگر میری امت میں سے کوئی محدث ہے تو وہ عمر ہے۔

حضرت سیدنا عمر فاروقؓ عشرہ مبشرہ (Ten blessed companions) میں شامل ہیں۔ یعنی آپ ان دس خوش نصیب صحابہ کرامؓ میں شامل ہیں۔ جن کے بارے میں حضور سرور کائنات فخر موجودات ﷺ نے جنت کی بشارت عطا فرمائی۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم پر ایک شخص داخل ہوگا وہ جنتی ہے چنانچہ حضرت ابوبکر صدیقؓ داخل ہوئے پھر آپ ﷺ نے فرمایا: تمہارے پاس ایک اور جنتی آنے والا ہے پس اس مرتبہ حضرت عمرؓ تشریف لائے۔ (جامع ترمذی، کتاب المناقب، رقم:۳۶۹۴)

حضور تاجدار مدینہ سرور قلب و سینہ احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ نے نہ صرف آپ کے لئے جنت کی بشارت دی بلکہ حشر کے دن بارگاہ ایزدی میں آپ کا کیا مقام و مرتبہ ہوگا۔ اس کے بھی احوال بیان فرمائے۔ چنانچہ حضرت ابی بن کعبؓ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اول مـن يـصـافـحـه الحق عمرو اول من تسليم عليه و اول من ياخذ بيده فيدخله الجنة. (سنن ابن ماجہ، باب فضل عمر، رقم:۱۰۴)

حق تعالیٰ سب سے پہلے جس شخص سے مصافحہ فرمائے گا وہ عمر ہے اور سب سے پہلے جس شخص پر سلام بھیجے گا اور سب سے پہلے جس کا ہاتھ پکڑ کر جنت میں داخل فرمائے گا وہ عمر ہے۔

مزید برآں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ عمر بن خطاب اہل جنت کا چراغ ہے۔ (الہیثمی، مجمع الزوائد، ۹/۷۴)

حضرت سیدنا عمر فاروقؓ کے ذاتی اوصاف

حضرت سیدنا عمر فاروقؓ حد درجہ ذہین، سلیم الطبع، بالغ نظر اور صائب الرائے تھے۔ قرآن پاک کے متعدد احکامات آپؓ کی رائے کے مطابق نازل ہوئے مثلاً اذان کا طریقہ، عورتوں کے لئے پردہ کا حکم اور شراب کی

حرمت۔ آپؓ شجاعت، فصاحت و بلاغت اور خطابت میں یکتائے زمانہ افراد میں سے تھے۔ آپؓ ادبیات میں ذوق لطیف کے حامل اور شعر کے اعلیٰ نقاد تھے۔ ابتداء میں بلیغ شعر کہتے مگر دینی خدمت نے اتنا غلبہ پالیا کہ اس ذوق کے اظہار کا موقع نہیں ملتا تھا۔ آپ شعر جاہلیت میں اصلاح کے علمبردار تھے۔ فنون حرب اور سپہ گری میں شجاعان عرب میں نہایت ممتاز و منفرد تھے۔ اپنے والد کی شہرہ آفاق نساب تھے۔ زندگی کا اکثر و بیشتر حصہ فیضان نبوت سے سیرابی میں بسر کیا۔ مگر محتاط مزاج کی بنا پر احادیث کی روایت بہت کم فرماتے۔ فقہ اور اجتہاد میں بلند مقام رکھتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عبداللہ بن مسعود (رضوان اللہ عنہم) جن تک آئمہ فقہ کے سلاسل جا کر ملتے ہیں، آپؓ کے تربیت یافتہ تھے۔ آپ کے تفقہ کی صداقت کی گواہی اس مشہور واقعہ سے ملتی ہے کہ ایک یہودی اور منافق مسلمان میں کسی بارے میں تنازعہ ہوا۔ انہوں نے حضور ﷺ سے فیصلہ کروایا۔

رسول اکرم ﷺ نے بیانات کے بعد فیصلہ یہودی کے حق میں دیا۔ وہ منافق مسلمان حضرت سیدنا عمر فاروقؓ کے پاس آیا کہ آپ حمیت دینی میں اس کا ساتھ دیں گے مگر جب آپؓ کو معلوم ہوا کہ حضور سرور کائنات ﷺ مقدمہ کا فیصلہ فرما چکے ہیں اور اب منافق مجھ سے فیصلہ چاہتا ہے تو تلوار اٹھا کر منافق کا سر قلم کر دیا۔ قرآن کریم نے سورہ نساء میں اس فیصلہ کی توثیق کی اور مستقل طور پر یہ اصول طے پایا کہ نبی کریم ﷺ کے فیصلہ کو آخری حیثیت حاصل ہے اور جو اس فیصلہ کو درست تسلیم نہ کرے وہ مومن نہیں ہے۔ (تاریخ اسلام، بشیر احمد تمنا، ص۱۴۰)

حضرت سیدنا عمر فاروقؓ کا علمی مقام

اسلام کی آمد سے قبل عرب میں لکھنے اور پڑھنے کا کوئی خاص رواج نہ تھا۔ جب حضور نبی اکرم نور مجسم ﷺ مبعوث ہوئے تو قبیلہ قریش میں صرف سترہ آدمی ایسے تھے جو لکھنا پڑھنا جانتے تھے اور حضرت عمر فاروقؓ نے بھی اسی زمانہ میں لکھنا پڑھنا سیکھ لیا تھا۔ چنانچہ امیرالمومنین سیدنا حضرت عمر فاروقؓ کے فرامین، آپ کے خطوط، آپ کے خطبات اور توقیعات، اب تک سیرت اور تاریخ کی کتابوں میں محفوظ ہیں۔ جن سے آپؓ کی قوت تحریر، برجستگی کلام اور زور تحرو تقریر کا ایک اندازہ ہوتا ہے۔ چنانچہ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ (بصرہ کے گورنر) کے نام آپ کے ایک خط کے چند کلمات کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں:

’’اما بعد (اے ابوموسیٰ!) عمل کی مضبوطی یہ ہے کہ آج کا کام، کل پر نہ اٹھا کر رکھیں، اگر ایسا کرو گے تو

تمہارے پاس بہت سارے کام اکٹھے جمع ہوجائیں گے اور تم پریشان ہوجاؤ گے، پہلے کس کام کو کریں اور کس کام کو چھوڑ دیں اس طرح کچھ کام نہیں ہوسکے گا"۔۔۔

فصاحت و بلاغت کا یہ عالم تھا کہ آپ کے بہت سے مقولے عربی ضرب المثل بن گئے، جو آج بھی عربی ادب کی جان ہیں۔ اسی طرح آپ کو علم الانساب میں بھی ید طولیٰ اور کمال حاصل تھا۔

دورِ فاروقی کی فتوحات اور طرز حکمرانی

آپؓ کے دور خلافت میں مسلمانوں کو بے مثال فتوحات اور کامیابیاں نصیب ہوئیں۔ آپؓ نے قیصر و کسریٰ کو پیوند خاک کرکے اسلام کی عظمت کا پرچم لہرانے کے علاوہ شام، مصر، عراق، جزیرہ، خوزستان، عجم، آرمینہ، آذربائیجان، فارس، کرمان، خراسان اور مکران فتح کئے۔ آپؓ کے دور خلافت میں 3600 علاقے فتح ہوئے، 900 جامع مساجد اور 4 ہزار مساجد تعمیر ہوئیں۔ حضرت سیدنا عمر فاروقؓ نے اپنے دور خلافت میں بیت المال اور عدالتیں قائم کیں، عدالتوں کے قاضی مقرر کئے۔ آپؓ نے سن تاریخ کا اجراء کیا جو آج تک جاری ہے۔ مردم شماری کرائی، نہریں کھدوائیں، شہر آباد کروائے، دریا کی پیداوار پر محصول لگایا اور محصول مقرر کئے، حربی تاجروں کو ملک میں آنے اور تجارت کرنے کی اجازت دی۔ جیل خانہ قائم کیا، راتوں کو گشت کرکے رعایا کا حال دریافت کرنے کا طریقہ نکالا۔ پولیس کا محکمہ قائم کیا۔ جابجا فوجی چھاؤنیاں قائم کیں، تنخواہیں مقرر کیں، پرچہ نویس مقرر کئے۔ مکہ معظّمہ سے مدینہ منورہ تک مسافروں کے لئے مکانات تعمیر کروائے۔ گم شدہ بچوں کی پرورش کے لئے روزینے مقرر کئے۔ مختلف شہروں میں مہمان خانے تعمیر کروائے۔ مکاتب و مدارس (Schools and institutions) قائم فرمائے۔ معلمین اور مدرسین (Teachers) کے مشاہرے مقرر کئے۔ تجارت کے گھوڑوں پر زکوٰۃ مقرر کی۔ وقف کا طریقہ ایجاد کیا، مساجد کے آئمہ کرام اور موذنوں کی تنخواہیں مقرر کیں، مساجد میں راتوں کو روشنی کا انتظام کیا۔ علاوہ ازیں آپؓ نے عوام کے لئے بہت سے فلاحی و اصلاحی احکامات اور اصطلاحات جاری کیں۔ (تاریخ اسلام، بشیر احمد تمنا، ص۱۳۳)

شہادت کی خبر

حضرت سیدنا عمر فاروقؓ کی شہادت کی خبر حضور نبی مکرم ﷺ نے خود دی۔ حضرت انس بن مالکؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک روز حضور نبی اکرم ﷺ کوہ احد پر تشریف لے گئے۔ اس وقت آپ ﷺ کے ساتھ حضرت سیدنا ابوبکر صدیقؓ، حضرت سیدنا عمر فاروقؓ اور حضرت سیدنا عثمان غنیؓ تھے۔ ان کی موجودگی کی وجہ سے

پہاڑ وجد میں آ گیا۔ آپ ﷺ نے اس پر اپنا قدم مبارک مارا اور فرمایا:

اثبت احد، فما علیک الا نبی او صدیق او شهیدان. (صحیح البخاری، کتاب فضائل صحابہ، رقم:۳۴۸۳)

اے احد! ٹھہر جا۔ تیرے اوپر ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہیدوں کے سوا اور کوئی نہیں۔

روضہ اقدس میں قبر

26 ذوالحجہ 23ھ کو آپؓ پر قاتلانہ حملہ ہوا۔ آپؓ شدید زخمی ہوگئے۔ چار دن تک آپ موت و حیات کی کشمکش میں رہے۔ آخر وقت پر آپؓ نے اپنے بیٹے حضرت عبداللہؓ سے کہا کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کے پاس جاؤ اور ان سے کہو عمر آپ کو سلام کہتا ہے۔ سلام کرنے کے بعد عرض کرنا کہ عمر بن خطاب آپ سے اجازت مانگتا ہے کہ اسے اپنے دونوں دوستوں کے پاس قبر کی جگہ مل جائے۔ جب حضرت عبداللہ بن عمرؓ ام المومنین حضرت عائشہؓ کے پاس پہنچے تو دیکھا کہ وہ بیٹھی ہوئی زار و قطار رو رہی ہیں۔ انہوں نے حضرت عمرؓ کا سلام پہنچایا اور ان کی خواہش پیش کی۔ حضرت ام المومنینؓ نے فرمایا: میں نے وہ جگہ اپنی قبر کے لئے رکھی ہوئی تھی مگر آج میں عمر کو اپنے آپ پر ترجیح دیتی ہوں کہ انہیں اس جگہ پر دفن کیا جائے۔

حضرت عبداللہؓ واپس پہنچے تو لوگوں نے بتایا کہ عبداللہ بن عمر آ گئے۔ حضرت سیدنا عمرؓ نے فرمایا: مجھے بٹھادو۔ آپؓ کو بٹھادیا گیا۔ آپؓ نے حضرت عبداللہؓ سے پوچھا کہو کیا جواب لے کر آئے ہو؟ انہوں نے کہا: آپ کی خواہش کے مطابق جواب ملا ہے۔ یہ سن کر کہا: الحمدللہ! مجھے اس سے زیادہ کسی اور بات کی خواہش نہ تھی۔ اللہ کا شکر ہے کہ میری خواہش پوری ہوگئی ہے۔ جب میری روح قفس عنصری سے پرواز کر جائے تو ایک بار پھر حضرت سیدہ عائشہ صدیقہؓ سے اجازت مانگنا۔ اگر وہ بطیّب خاطر اجازت دے دیں تو مجھے حجرہ اقدس میں دفن کر دینا اور اگر وہ اجازت نہ دیں تو مجھے مسلمانوں کے عام قبرستان میں لے جا کر دفنا دینا۔

یکم محرم الحرام 24ھ کو اپنے بیٹے سے کہا: میری پیشانی زمین سے لگادو۔ اس طرح سجدے کی حالت میں جان، جان آفرین کے سپرد کردی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

آپؓ کی نماز جنازہ حضرت صہیب رومیؓ نے پڑھائی۔ آپؓ کا زمانہ خلافت دس سال پانچ ماہ اکیس دن بنتا ہے۔

☆☆☆☆☆

فروغِ اسلام میں حائل منافقانہ کردار

صاحبزادہ محمد حسین آزاد

اسلام، دین امن و سلامتی ہے جسکی بنیاد اخوت و بھائی چارہ، مساوات و برابری، محبت و الفت اور صبر و برداشت پر ہے۔ پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کے مطابق مسلمان وہ ہے جسکی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں لہذا اسلامی تعلیمات کی رو سے مسلمان کی تعریف میں وہی شخص شامل ہوسکتا ہے جسکے ہاتھوں مسلم و غیر مسلم سب بے گناہ انسانوں کے جان و مال محفوظ رہیں کیونکہ دین اسلام میں ایک انسان کا قتل پوری انسانیت کو قتل کرنے کے مترادف ہے اور کسی بھی انسان کی جان لینا اور اسے ناحق قتل کرنا فعل حرام کا ارتکاب کرنا ہے بلکہ بعض صورتوں میں اسے کافرانہ فعل گردانا گیا ہے جیسے موجودہ حالات میں دہشت گردی ہے کہ بعض ظالم اور سفاک لوگ جس بے دردی اور بے حسی سے لوگوں کا قتل عام کرتے ہیں، بم دھماکوں اور خودکش حملوں کے ذریعے اپنے مخالفین کی جانیں لیتے ہیں، مساجد، مزارات، گھروں، دفاتر، بازاروں اور عوامی مراکز کو اپنی ہوس کا نشانہ بنا رہے ہیں اسکی جتنی بھی مزمت کی جائے کم ہے۔ دین اسلام نے ان لوگوں کیلئے دنیا و آخرت میں دردناک عزاب کی وعید سنائی ہے۔ جہاں دہشت گردی کافرانہ اور مشرکانہ فعل ہے وہیں اس میں جو خودکشی کا عنصر شامل ہے جو از خود فعل حرام ہے اس نے اسکی سزا کو مزید سخت اور غضبناک بنا دیا ہے اور اب تو ان نام نہاد مسلمانوں کی سفاکی، بیباکی اور بربریت حرم نبویؐ تک جا پہنچی ہے۔ تو پھر ان گستاخوں پر اللہ رب العزت اور پیغمبر انسانیت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ناراضی، سختی اور غضبناکی کا عالم کیا ہوگا؟

دین اسلام اختلاف کی اجازت دیتا ہے تاکہ مختلف آراء اور خیالات علم میں اضافہ کا باعث بنیں مگر اسلام خلاف کی ہرگز اجازت نہیں دیتا کیونکہ اس سے مخالفت برائے مخالفت کا دروازہ کھلتا ہے جو تعصب، تنگ نظری اور دشمنی پر جاکر منتج ہوتا ہے۔ ایسے ہی اسلام اپنی بات اور مئوقف کو زبردستی منوانے اور نہ ماننے کی صورت میں گولی اور بندوق کے ذریعے اپنا عقیدہ کسی پر مسلط کرنے کی اجازت نہیں دیتا بلکہ ہتھیار اٹھانے کی بجائے بات چیت، ٹیبل ٹاک، گفت و شنید اور دلائل سے اپنا مئوقف ثابت کرنے کی حوصلہ افزائی کرتا ہے اور زبردستی اور ظلم و زیادتی کے

ذریعے اپنا نکتہ نظر اور مؤقف کو مسلط کرنے کی حوصلہ شکنی کرتا ہے۔ کیونکہ بندوق اور گولی کی زبان وہی استعمال کرتا ہے جسکے پاس ذخیرہ علم اور دلائل نہ ہوں۔ یہ اُنہی لوگوں کا کام ہے جو جہالت وعصبیت میں گرفتا ہوتے ہیں۔ ایسے لوگوں کا دین اسلام سے کوئی واسطہ اور تعلق نہیں بلکہ یہ لوگ قرآن وحدیث اور شریعت اسلامیہ کے علاوہ اپنے ملک کے قوانین سے بھی بغاوت کے مرتکب ہوتے ہیں۔

موضوع کی اہمیت

اس موضوع کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ دین اسلام تو غیر مسلموں کے ساتھ بھی حسن سلوک کرنے کی ہدایت کرتا ہے۔ یہ صرف دین اسلام کی خوبی ہے کہ وہ غیر مسلموں کو بھی مسلمانوں کی طرح یکساں شہری حقوق عطا کرتا ہے اور وہ مسلمانوں کو تلقین کرتا ہے کہ وہ ان سے شفقت آمیز برتاؤ کریں۔ اسلام چاہتا ہے کہ اس کے ماننے والے غیر مسلموں سے ویسا ہی سلوک کریں جیسا ایک ڈاکٹر اپنے مریض سے کرتا ہے۔ اسی چیز کا عملی مظاہرہ پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فتح مکہ کے موقع پر تمام اہل مکہ سے کیا تھااور تمام مجرموں کی سرِ عام معافی کا اعلان کرکے ان غیر مسلموں کے نہ صرف دل جیت لیے بلکہ وہ اس حسنِ سلوک کی وجہ سے حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔ یہ وہ عظیم سنت نبویؐ ہے جس پر آج ان نام نہاد مسلمانوں کو عمل کرنے کی ضرورت ہے جو اپنے ناپاک عزائم سے دین اسلام کے اصل چہرے کو مسخ کر رہے ہیں جو امن وسلامتی ،محبت و پیار اور احسان وانعام پر مشتمل تھا۔ غیر مسلموں سے حسن سلوک کا حکم نہ صرف پیغمبر اسلام نے دیا بلکہ خود اللہ رب العزت نے قرآن حکیم میں حکم فرمایا:

یٰاَ یُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُوْنُوْا قَوّٰ مِیْنَ لِلّٰہِ شُھَدَآءَ بِالْقِسْطِ وَلَا یَجْرِ مَنَّکُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰی اَلَّا تَعْدِلُوا اِعْدِلُوْا ھُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی وَاتَّقُوْا اللّٰہَ اِنَّ اللّٰہَ خَبِیْرٌ بِمَاتَعْمَلُوْنَo (المائدہ، ۵:۸)

اے ایمان والو! اللہ کیلئے مضبوطی سے قائم رہتے ہوئے انصاف پر مبنی گواہی دینے والے ہو جاؤ اور کسی قوم کی سخت دشمنی (بھی) تمہیں اس بات پر برانگیختہ نہ کرے کہ تم (اس سے) عدل نہ کرو۔ عدل کیا کرو (کہ) وہ پرہیز گاری سے نزدیک تر ہے اور اللہ سے ڈرا کرو۔ بیشک اللہ تمہارے کاموں سے خوب آگاہ ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کی طرح غیر مسلم شہریوں کو بھی بحثیت انسان عدل و انصاف کی فراہمی، جان و مال اور عزت و آبرو کا تحفظ ، معاہدات کی پاسداری ، شخصی اور مذہبی آزادی ، انکی پراپرٹی اور عبادت گاہوں کا تحفظ اسلامی ریاست کے ذمہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلامی قوانین میں غیر مسلم شہریوں کو مسلمانوں کی طرح قصاص اور دیت میں بھی برابر حقوق حاصل ہیں۔ غیر مسلم سفیروں اور تاجروں کی جان و مال کا تحفظ بھی اسلامی ریاست کا فریضہ ہے چہ جائیکہ غیر مسلم شہریوں کو قتل کیا جائے ، انکی املاک کو تباہ کیا جائے، ان پر

قاتلانہ حملے کیے جائیں، انہیں اغوا کیا جائے یا تاوان کا مطالبہ کیا جائے یا انہیں قید و بند کی صعوبت دی جائے یا ان پر جسمانی تشدد کیا جائے یا اُنہیں ذہنی اذیت دی جائے یہ سب کچھ سراسر قرآنی اور اسلامی تعلیمات سے انحراف، صریح خلاف ورزی اور حکم عدولی کے زمرے میں آتا ہے۔

موضوع کی وسعت

اس حوالے سے اسلام کی تعلیمات میں امن پسندی، خیر خواہی، رواداری اور وسعتِ نظری کا اندازہ اس امر سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ غیر مسلموں سے جہاد کے دوران میدان جنگ میں بھی غیر مسلم خواتین، چھوٹے بچوں، بیمار اور ضعیف افراد اور جو میدان جنگ میں شریک نہیں انکو قتل کرنے کی اجازت نہیں۔ اس طرح انکے مذہبی طبقہ کے افراد، انکی تاجر برادری کے افراد، ان میں سے جو ہتھیار ڈال دیں، جو اپنے گھروں میں مقید ہو جائیں، جو کسی کی جائے پناہ میں آجائیں انکو بھی قتل کرنے کی اجازت نہیں چہ جائیکہ انکا قتل عام کیا جائے، قتل و غارتگری کا بازار گرم کیا جائے، خودکش حملہ کیا جائے یا بم بلاسٹ کرکے زندگیوں کا خاتمہ کیا جائے۔

اسلام کی امن پسندی اور انسان دوستی کا اس سے بڑا ثبوت اور کیا ہوسکتا ہے کہ دوران جہاد بھی مجاہدین پر پابندی ہے کہ وہ غیر مسلموں کے چرچ، کلیسا، مندر، انکے مذہبی مقامات اور عبادت گاہوں کو نذرِ آتش یا تباہ نہیں کرسکتے۔ انکی عمارتوں کو نقصان نہیں پہنچا سکتے انکے بازاروں، دوکانوں اور کاروبار کو نقصان نہیں پہنچا سکتے، انکے کھیتوں اور کھلیانوں کو ویران نہیں کر سکتے اور انکی فصلوں، باغات اور درختوں کو اجاڑ نہیں سکتے۔ جب شریعت اسلامیہ نے غیر مسلموں کو دوران جنگ بھی اتنے زیادہ حقوق انہیں مرحمت فرمائے ہیں تو پھر یہ کون سے نام نہاد مسلمان ہیں جو اپنے ہی ہم مذہب مسلمانوں کو مساجد میں عبادت کے دوران بم بلاسٹ کرکے یا خودکش حملہ کے ذریعے شہید کر رہے ہیں۔ جو بازاروں اور گلیوں میں خواتین، بچوں، بوڑھوں اور مردوں کا خونِ ناحق کر رہے ہیں۔ یہ کونسا اسلام ہے؟ یہ کونسی مسلمانی ہے؟ بقول اقبال

ہر کوئی مست مئے ذوق تن آسانی ہے
تم مسلمان ہو؟ یہ اندازِ مسلمانی ہے؟
حیدری فقر ہے، نے دولتِ عثمانی ہے
تم کو اسلاف سے کیا نسبت روحانی ہے
وہ زمانے میں معزز تھے مسلمان ہو کر
اور تم خوار ہوئے تارکِ قرآن ہوکر

مسلم ریاست اور اسکے ساکنین کے جان و مال کا تحفظ اور معاشرے میں امن وسکون کا قیام اسلام کو

اتنا عزیز ہے کہ اسلام اعلیٰ مقصد کی خاطر مسلمان حکمرانوں کی اخلاقی کمزوریوں اور انکے فاسقانہ اور ظالمانہ کردار کے باوجود بھی کوئی مسلح گروہ اسلامی ریاست کے خلاف علم بغاوت بلند نہیں کرسکتا اور اسلامی ریاست کی رٹ کو چیلنج نہیں کرسکتا۔ جب تک وہ حکمران صریح اور اعلانیہ طور پر کفر کے مرتکب نہیں ہوتے اور اسلام کے فرائض پر پابندی نہیں لگاتے، اسلامی شعائر کا کھلے عام مزاق نہیں اڑاتے یا قانون سازی کے ذریعے اسلام کو معطل نہیں کرتے۔ یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ مسلح جدوجہد اور بغاوت سے منع کیا گیا ہے۔ فاسق و فاجر حکمرانوں کی اصلاح اور انہیں راہ راست پر لانے سے ہرگز منع نہیں کیا گیا کیونکہ امر بالمعروف ونھی عن المنکر کا فریضہ ایمان کا حصہ ہے جو ہر مسلمان پر واجب ہے۔ اسی طرح معاشرے کی اصلاح اور طاغوتی طاقتوں کی ریشہ دوانیوں سے اپنے آپ کو محفوظ کرنا ہم سب کا فریضہ ہے لہذا وقت کے حکمرانوں کو ظلم و نا انصافی اور فسق و فجور سے روکنا اور اس سلسلے میں تمام قانونی، آئینی، جمہوری، سیاسی اور اخلاقی طریقے اختیار کرنا ضروری ہیں اور اس سلسلے میں باطل نظام کی تبدیلی کیلئے سیاسی و جمہوری جدوجہد کرنا خواہ وہ انفرادی سطح پر ہو اجتماعی سطح پر، تنظیمی سطح پر ہو یا جماعتی سطح پر نہ صرف جائز بلکہ وقت کا تقاضا ہے جو امر بالمعروف ونھی عن المنکر کے زمرے میں آتا ہے مگر اصلاح کی بجائے دوسروں کو جان سے مار دینا یہ جہاد نہیں بلکہ فساد فی الارض ہے اور پھر اپنی اس جدوجہد کو اصلاح اور جہاد سے تعبیر کرنا یہ اس سے بھی بڑا جرم ہے جسکے بارے میں قرآن حکیم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ قَالُوْٓا اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ o اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَلٰكِنْ لَّا يَشْعُرُوْنَ o (البقرہ، ۲: ۱۱۔۱۲)

’’اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ زمین میں فساد برپا نہ کرو تو وہ کہتے ہیں: ہم ہی تو اصلاح کرنے والے ہیں (یعنی مصلحین ہیں) آگاہ ہو جاؤ! یہی لوگ (حقیقت میں) فساد کرنے والے ہیں مگر انہیں (اسکا) احساس تک نہیں‘‘۔

قرآن کے مطابق فتنہ و فساد برپا کرنے والے کبھی اپنے اس عمل کو فتنہ پروری اور فساد انگیزی خیال نہیں کرتے بلکہ وہ اس خون خرابے کو جہاد اور اصلاح کا نام دیتے ہیں۔ یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ اصلاح اور جہاد کی نیت اور مشروع اور جائز ہوسکتی ہے اور نہ ہی اسکے لئے رحم کی اپیل اور معافی ہے کیونکہ ایسے باغی اور مفسد لوگوں کے بارے قرآن میں حکم ہے:

اَلَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا. (الکھف، ۱۸: ۱۰۴)

’’یہ وہ لوگ ہیں جنکی ساری جدوجہد دنیا کی زندگی میں ہی برباد ہوگئی اور وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم بڑے اچھے کام انجام دے رہے ہیں‘‘۔

☆☆☆☆☆

اسلام کا تصورِ تربیت

مرتبہ: ملکہ صبا

یہ عام سی بات ہے کہ مسلمان اسلام کے بارے میں جانے اور اُس کے مطابق تربیت حاصل کرے مگر افسوس کہ عملی دُنیا میں یہ چیز بھی بہت کم نظر آتی ہے۔ بعض لوگ اسلامی تربیت کا محض یہ مفہوم لیتے ہیں کہ عبادات کی حد تک دینداری اختیار کی جائے اور نماز روزہ کی پابندی کر لی جائے۔ حالانکہ اسلام کا تصورِ تربیت اس سے کہیں زیادہ وسیع اور ہمہ گیر ہے۔ یہ ایک جامع ترین تصور کا نام ہے اور انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں اور گوشوں پر محیط ہے اور انسانی زندگی میں جو کچھ پیش آسکتا ہے، اُس کے بارے میں ایک معیّن ومخصوص رویّہ رکھتا ہے۔ خدا کا تصوّر، کائنات، خدا اور کائنات سے انسان کا تعلق اور ایسے ہی موضوعات کے بارے میں اسلام اپنا ایک نقطہ نظر رکھتا ہے۔ چنانچہ ضرورت ایسا نظامِ تعلیم اختیار کرنے کی ہے جو انسانوں کو اس تصور میں ڈھال دے اور جو لوگ اس کے تحت تربیت حاصل کریں، وہ اپنے حواس، تصور اور کردار میں انہی نظریات کے پابند ہوں۔

ہم اپنی بات کا آغاز اس سوال سے کرتے ہیں کہ کیا تعلیم اس بات کا نام ہے کہ کچھ معلومات طالب علموں کو فراہم کر دی جائیں، یا یہ کسی اور چیز کا نام ہے؟ تو پہلی بات یہ جان لیجیے کہ ہم دو باتوں کے حاجت مند ہیں: ایک تعلیم، دوسری تربیت۔ اور سب سے پہلے ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ اسلامی نظامِ تربیت اور اسلامی نظامِ تعلیم کیسے برپا ہو۔ کیونکہ عالمِ اسلام کے تعلیمی اداروں میں ان دو چیزوں کی شدید کمی محسوس ہوتی ہے۔ بدقسمتی سے تعلیم کے معاملے میں ہم نے مغرب کی پیروی کی ہے اور وہی انداز اپنائے ہیں جو وہاں کے تعلیمی اداروں نے اختیار کر رکھے ہیں۔ تربیت کو ہم نے سرے سے نظرانداز کیا ہے اور اگر کہیں اس کی رَمق موجود بھی ہے تو وہ اسلامی تربیت نہیں ہے۔

اسلامی تربیت وعظ وتقریر کا نام نہیں!

جب ہم اسلامی تربیت کی بات کرتے ہیں تو بعض لوگوں کا ذہن وعظ وتقریر کی جانب چلا جاتا ہے حالانکہ اسلامی تربیت کا مدار وعظ اور تقریر نہیں ہے۔ اسلامی تربیت کا پہلا وسیلہ معلّم کا کردار ہے اور نصیحت کا عمل

کردار کے بعد شروع ہونا چاہیے ۔ یعنی بچوں کو جن اُمور کی تربیت دینا مطلوب ہے ، معلّم اُن کا عملی نمونہ پیش کرے ۔ بالفاظِ دیگر اگر ہم اپنی نسلوں کو صحیح معنوں میں مسلمان بنانا چاہتے ہیں تو ہمیں سب سے پہلے مسلمان معلّم بننا چاہیے ۔ضرورت اِس بات کی ہے کہ پرائمری اسکول سے یونیورسٹی کی سطح تک تمام تعلیمی اِداروں میں اسلامی اسپرٹ جاری و ساری ہو اور سارے ماحول پر اسی کا غلبہ و تسلّط ہو اور یہ اسی صورت میں ممکن ہے کہ اساتذہ کرام اسلام کو اپنی زندگیوں پر نافذ کریں۔ پھر طالب علموں اور نوجوانوں کے دل خود بخود ان تعلیمات و اعمال کی طرف کھنچنے لگیں گے ۔مختصر یہ کہ ہر مسلمان معلّم داعی ہے ۔ اس کا فرض ہے وہ اسلام کی دعوت کلاس روم کے اندر پیش کرتا رہے ۔صرف نصیحت سے نہیں عملی کردار سے ۔معلّم کا فرض ہے کہ وہ اپنے عمل و کردار سے دائرے کا مرکز بن جائے اور طالب علم اس کے گرد گھومتے اور متاثر ہوتے رہیں۔ وہ اپنے عمل سے جس چیز کو پیش کرے ، طلبہ اس کو اختیار کر لیں۔ سچی بات یہ ہے کہ جب طالب علم معلّم کو شعائرِ اسلام کی پابندی کرتے ہوئے دیکھیں گے ، اسے اسلامی اخلاق کا نمونہ پائیں گے تو خود بخود جان لیں گے کہ اسلام کیا ہے اور اس کی خوبیاں کیا ہیں؟

تعلیم کا مقصد۔عبُودِیّتِ الٰہی

اسلام میں تعلیم اِس بات کا نام نہیں کہ چند معلومات طالب علموں کے ذہن میں بھر دی جائیں اور بس۔ اسلام میں ہر چیز ایک مقصد کی طرف جاتی ہے ۔ یہاں علم برائے علم کا کوئی تصور نہیں۔ چنانچہ اسلام کی نظروں میں علم انسانی زندگی کا ایک جزو ہے اور انسانی زندگی کا مقصد از رُوے قرآن اللہ تعالیٰ کی عبادت قرار دیا گیا ہے ، اس لیے اسلام میں علم وہی مستحسن ہے جو انسان کو خالقِ کائنات کا سچا و پکا عبادت گزار بنا دے لیکن عبادت چند اسلامی شعار اور اقوال کا نام نہیں ہے ۔ بلاشبہ یہ دینی مراسم زندگی کا جزو ہیں مگر عبادت اپنے اندر ایک جامع مفہوم رکھتی ہے اور پوری زندگی پر حاوی ہے ۔ اسی قسم کی عبادت کا مفہوم سمجھانے کی خاطر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ انسان کی عبادت، اس کا جینا، اس کا مرنا سب کچھ اللہ تعالیٰ کے لیے ہونا چاہیے ۔

عبادت کا یہ وسیع تصور یوں پورا ہو گا کہ انسان پوری زندگی میں اسلام کے اصولوں کی پابندی کرے ۔ لہٰذا تعلیم کا مقصد اور ہدف یہ ہونا چاہیے کہ وہ ایسا انسان تیار کرے جو اسلام کے اس مفہوم کے مطابق عبادت گزار ہو اور اس کا رکوع و سجود ہی نہیں۔ بلکہ موت و حیات کا مقصد محض اللہ کی رضا جوئی قرار پائے ۔ یہ امر اس بات کا مقتضی ہے کہ ہم پہلے کچھ سوالات کے جوابات حاصل کر لیں۔

چند سوالات

اس سلسلے میں پہلا سوال یہ ہے کہ انسان کیا چیز ہے؟ کیا یہ جانور ہے یا حیوان، فرشتہ ہے یا مخلوق؟ اگرچہ

بظاہر اس کا جواب بڑا آسان ہے مگر دَورِ حاضر کے جاہلی نظاموں نے اسے پیچیدہ بنا دیا ہے۔ مثال کے طور پر ڈارون نے اس کا جواب یہ دیا کہ انسان دراصل حیوان ہے اور اسی نظریے کو موجودہ جاہلیت نے من وعن قبول کر لیا۔ ظاہر ہے اگر انسان کا تعلق حیوانی نسل سے ہے تو پھر اسے کسی عقیدے، اخلاق یا روحانی اَقدار کا پابند ہونے کی کیا ضرورت ہے ؟ چنانچہ آج جب آپ انسان کو دین، اخلاق اور اعلیٰ اَقدار سے محروم دیکھتے ہیں تو اس کا سبب یہی بنیادی تصور ہے کہ انسان حیوان ہے۔ چنانچہ اسلامی نقطہ نظر سے مذکورہ سوال کا جواب دینا بہت ضروری ہے اور بے حد اہم بھی۔

دوسرا سوال ہمارے پیشِ نظر یہ ہے کہ کائنات کے اندر انسان کا کیا کردار ہے اور اسے کون سے فرائض انجام دینے ہیں؟ کیا اس کا کام محض یہ ہے کہ کچھ فائدے حاصل کرے، کچھ چیزوں سے لذت اندوز ہو؟ یا اس کا صرف ایک ہی فریضہ ہے کہ دنیا کو آباد کرے یا تھوڑے عرصے کے لیے جیے اور پھر ختم ہو جائے ؟ اس سوال کا جواب بھی پہلے سوال سے کم اہم نہیں اور دراصل یہی جواب انسان کے اُس طریقِ کار کا تعین کرے گا جو دنیا میں اسے انجام دینا ہے۔

بدقسمتی سے اگر پہلے سوال کا جواب جدید جاہلیت نے یہ دیا کہ انسان حیوان ہے تو دوسرے کا جواب یہ دیا کہ انسان خوب جیے، جی بھر کر زندگی کی آسائشوں سے لطف اندوز ہو اور اس امر کی ہرگز پرواہ کرے کہ اسے کہاں جانا ہے اور مرنے کے بعد اس کا کیا انجام ہونا ہے؟ چنانچہ آج تعلیمی اداروں میں یہی تعلیم دی جارہی ہے کہ انسان محض لذت و لطف کے لیے پیدا ہوا ہے اور بس۔ نتیجہ یہ کہ اس تعلیم کا پروردہ انسان مادّی مفادات حاصل کرنا اور بے جا طریقوں سے لذّت اندوزی حاصل کرنا انسانیت کی معراج سمجھتا ہے اور یہی اس کے نزدیک زندگی کا مقصد ہے۔ آج مغرب کے تمام تدریسی ادارے انسان کو محض دو مقاصد حاصل کرنے کی تعلیم دے رہے ہیں۔ مادی فوائد اور حصولِ لذّت جس کے زیرِ اثر سارا مغرب لذت اندوزی اور حصولِ منفعت میں غرق ہے اور اخلاقی و روحانی قدروں کا وہاں دور دور تک سراغ نہیں ملتا۔

سوالوں کے جوابات

آیئے دیکھیں کہ اسلام ان دونوں سوالوں کا کیا جواب دیتا ہے کہ اسی جواب پر اسلامی تعلیم اور تربیت کا دار و مدار ہے۔

قرآن کی طرف رجوع کریں تو پتہ چلتا ہے کہ انسان ہرگز حیوان نہیں اور نہ کبھی تھا اور اسلام کا انسان ڈارون کے انسان سے بالکل مختلف وممتاز شے ہے۔ پہلے ہی دن اسے بطورِ انسان تخلیق کیا گیا جس کا علم خلیفة فی الارض کے قرآنی فیصلے سے ہوتا ہے، یعنی انسان کا مقصد خلافتِ الٰہی قرار پایا۔ اسے زمین پر اللہ کا نائب بنا کر بھیجا گیا اور فرض یہ سونپا گیا کہ وہ اللہ کی منشا کو اختیار اور نافذ کرے گا۔ بلاشبہ یہ نظریہ حیات موجودہ جاہلی تصورِ زندگی سے یکسر مختلف ہے جس پر آج کی دنیا عمل پیرا ہے۔

معلومات کو پیش کرنے کا اسلامی و غیر اسلامی انداز

بادی النظر میں یہ بات بڑی عجیب معلوم ہوتی ہے جیسا کہ عموماً سمجھا جاتا ہے کہ تعلیم تو نام ہے فزکس، کیمسٹری، میڈیکل اور انجینئرنگ کا پھر اسلامی نظریات کی مطابقت ان سے کیسے ہو سکے گی۔ کیا اسلامی اداروں میں ان کی صورت اور معلومات مختلف ہو جائیں گی؟ تو یہ بات سمجھ لیں کہ اسلامی طرزِ تدریس میں ان مضامین کی معلومات مختلف نہیں ہوں گی بلکہ ان کے پیش کرنے کا انداز مختلف ہوگا۔ مثال کے طور پر شاید آپ کو اندازہ نہ ہو کہ مغرب کا طرزِ تعلیم بت پرستی پر استوار ہے۔ اگر آپ کو یقین نہ آئے تو متذکرہ علوم کی کتابیں اٹھا کر دیکھ لیجیے۔ آپ کو بار بار اس بات کا اعادہ نظر آئے گا کہ نیچر یا فطرت ہی خالق ہے۔ افسوس کہ اسلامی ممالک میں بھی اسی مشرکانہ اور بت پرستانہ نظریے کو اختیار کر لیا گیا ہے اور ہم اپنے بچوں کو یہ تعلیم دیتے ہوئے ذرا جھجک محسوس نہیں کرتے کہ نیچر کے قواعد اٹل ہیں اور یہ بدل نہیں سکتے۔ غرض ہم طلبہ کو نیچرل لاز (قوانینِ فطرت) کی تعلیم ہی دیتے ہیں اور اپنے عمل اور قول سے نیچر یا فطرت کو خدا اور خالق بنا لیتے ہیں اور تمام سائنسی اصول اور کُلیّے اسی کی بنیاد پر استوار کرتے ہیں۔

یہ طرزِ عمل ایک مسلمان استاد کے شایانِ شان نہیں جو دانستہ یا نادانستہ طور پر اللہ تعالیٰ کو خالق و رب العالمین نہیں مانتا۔ مَیں یہاں پر دو سائنسدانوں کی مثالیں پیش کرتا ہوں، ڈارون اور مشہور ماہرِ چشم ابن الہیثم کی۔ ڈارون اپنے نظریات کی بنیاد فطرت پر رکھتا ہے اور خالقِ فطرت کو بالکل فراموش کر دیتا ہے جبکہ ابن الہیثم اپنے خیالات و نظریات کی تشریح کی ابتدا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے کرتا ہے اور خالقِ اکبر کی حمد و ثنا کرتا ہے۔ جاہل عالم اور مسلمان عالم کے درمیان یہی فرق ہے۔ دونوں کی معلومات میں کوئی فرق نہیں۔ مگر معلومات کو پیش کرنے کا انداز کلیۃً مختلف ہے۔ علمی معلومات میں کوئی تغیر نہیں آیا کرتا، نہ ہمارے ہاں، نہ ان کے ہاں مگر موقف دونوں کا الگ الگ ہوتا ہے۔

بالکل یہی مثال تعلیم پر لاگو ہوتی ہے چنانچہ جب ہم موجودہ تعلیم کو اسلامی تعلیم میں بدلنے کی بات کرتے ہیں تو اس کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ ہم کیمسٹری، فزکس وغیرہ میں کوئی تبدیلی کرنا چاہتے ہیں۔ بلکہ بت پرستانہ رویے ترک کر کے اس کے اندر اسلامی روح پیدا کرنے کا مطالبہ کرتے ہیں۔ ظاہر ہے جو طالب علم سارا دن کلاس روم اور لیبارٹریوں کے اندر ''نیچر ہی خالق ہے، نیچر کے قوانین اٹل ہیں'' قسم کی باتیں سنتا رہتا ہے اور اس کے کانوں میں اللہ تبارک و تعالیٰ کی صنّاعی و قوّت کی بات نہیں کی جاتی، اس سے یہ توقع کرنا کہ وہ اخلاق، اَقدار یا اعلیٰ اصولوں کا حامل بنے گا عبث اور فضول ہے۔ نیچر ایک ایسا ''خدا'' ہے جس کے سامنے کوئی عقیدہ ہے نہ اُصول۔ اس کے برعکس جو طالب علم دورانِ تعلیم یہ پڑھتا رہے گا کہ اللہ تعالیٰ ہی نے کائنات کو پیدا کیا ہے۔ وہی ساری مخلوقات کا مالک، رازق اور رہنما ہے، وہ اپنے اندر دینی روح پیدا ہوتی ہوئی محسوس کرے گا اور اللہ سے اس کا تعلق گہرا اور محبت مضبوط ہوتی جائے گی۔ ☆☆☆☆☆

﴿ وظائف برائے اِصلاحِ نافرمان اولاد ﴾

پہلا وظیفہ: یَا شَہِیْدُ

اس وظیفہ کا ورد کرنے والا اگر نافرمان بیٹے یا غیر صالح بیٹی پر دم کرے اور دم کر کے پانی پلائے تو اللہ تعالیٰ اس کو صالح بنا دیتا ہے۔

- اوّل و آخر ۱۱، ۱۱ مرتبہ درود شریف پڑھ کر اس کا ورد ۱۰۰۱ مرتبہ روزانہ کرنا ہے۔
- اس وظیفہ کو حصول مراد تک جاری رکھیں۔

دوسرا وظیفہ: یَا قَوِیُّ یَا مَتِیْنُ

اگر مذکورہ بالا دو اسماء یَـا قَوِیُّ یَـا مَتِیْنُ کو ملا کر ۱۰۰ مرتبہ پڑھنے کے بعد کسی نافرمان لڑکے یا لڑکی پر دم کیا جائے تو اس کی برکت سے ان کی اصلاح ہو جاتی ہے اور وہ نافرمانی سے باز آجاتے ہیں۔

- اوّل و آخر ۱۱، ۱۱ مرتبہ درود شریف پڑھیں۔ اس وظیفہ کو حصول مراد تک جاری رکھیں۔

﴿ وظائف برائے بازیابی اولاد و گمشدہ مال و اسباب ﴾

پہلا وظیفہ: یَا خَالِقُ

اس وظیفہ کو پانچ ہزار (۵۰۰۰) مرتبہ پڑھنے سے گمشدہ مال یا بچہ طوعاً وکرھاً مل جائے گا اسی طرح طویل عرصے سے غائب شخص یا کوئی چیز بھی مل جائے گی۔

- اوّل و آخر ۱۱، ۱۱ مرتبہ درود شریف پڑھیں۔
- اس وظیفہ کو حصول مراد تک جاری رکھیں۔

دوسرا وظیفہ: اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ

اس وظیفہ کو صبح و شام سو (۱۰۰) مرتبہ پڑھیں۔ اس وظیفے کی برکت سے اللہ تعالیٰ گم شدہ اولاد، عزیز چیز یا مال کی واپسی کا سامان فرما دیتا ہے۔

﴿ وظیفہ برائے رشتۂ بنات ﴾

یَـا عَدْلُ: بیٹی کا رشتہ نہ ملنے کی صورت میں اللہ تعالیٰ اسباب مہیا فرما دے گا اور بیٹیوں کے نصیب سمیت جمیع امور میں اللہ تعالیٰ اس شخص کی کفالت اپنے ذمہ لے لے گا۔

- بعد نماز مغرب روزانہ اس وظیفہ سے پہلے دو رکعت نفل پڑھے جائیں۔
- اوّل و آخر ۱۱، ۱۱ مرتبہ درود شریف پڑھ کر اس کا ورد ۱۰۰ مرتبہ روزانہ کریں۔
- اس وظیفہ کو حصول مراد تک جاری رکھیں۔ ☆☆☆☆☆

گلدستہ

مرتبہ: ملکہ صبا

﴿ملائی مرغ﴾

اجزاء: مرغی ایک کلو (درمیانے سائز کے پیس کروالیں)، پیاز، چار عدد (چاپ کرلیں)، لہسن 6 سے 7 عدد، ادرک ڈیڑھ انچ کا ٹکڑا، ہری مرچیں چار عدد، دہی آدھا کپ، فریش کریم آدھا کپ، کاجو آدھا کپ (پیس لیں) قصوری میتھی دو کھانے کے چمچ، کٹی کالی مرچ ایک چائے کا چمچ، دھنیا پاؤڈر دو کھانے کے چمچ، سرخ مرچ پاؤڈر ڈیڑھ چائے کا چمچ، ہلدی پاؤڈر ایک چٹکی، نمک حسب ضرورت، تیل حسب ضرورت، ثابت گرم مصالحہ، شاہی زیرہ ایک چائے کا چمچ، ہری الائچی 4 عدد، بڑی الائچی 2 عدد، لونگ 4 عدد، دار چینی ایک انچ کا ٹکڑا، تیز پتہ 2 سے 3 عدد، جائفل آدھا چائے کا چمچ۔

ترکیب: مرغی دھوکر رکھیں، کسی دیگچی میں تیل گرم کرکے مرغی تل لیں جب وہ سنہری ہوجائے تو نکال لیں پھر اس دیگچی میں تمام گرم مصالے ڈال دیں تھوڑی دیر بعد اس میں پیاز ڈال کر براؤن کرلیں پھر اس میں لہسن ادرک چاپ کرکے ڈالیں پھر اس میں تلی ہوئی چکن ڈالیں اور تیز آنچ میں 2 سے 3 منٹ پکائیں۔ اس میں تازہ دہی اور قصوری میتھی ڈال کر مکس کریں اس موقع پر ملائی مرغ کو ڈھکن ڈھک کر ہلکی آنچ پر 10 منٹ تک پکنے دیں۔ جب مصالحہ تیل سے الگ ہوجائے تو اس میں دھنیا پاؤڈر، سرخ مرچ پاؤڈر اور چاپ ہری مرچیں ڈال دیں 5 سے 6 منٹ ہلکی آنچ پر رکھیں پھر اس میں تازہ کریم، کاجو کا پیسٹ ڈال کر سب چیزوں کو مکس کریں نمک ڈال کر تھوڑا سا پانی ڈالیں اور ڈھکن ڈھک کر پکائیں جب مرغی گل جائے تو اس پر کٹی کالی مرچ اور قصوری میتھی ڈال کر چولہا بند کردیں گرما گرم مرغ کو روٹی کے ساتھ تناول فرمائیں۔

قالین پر لگے داغ صاف بھی ہوسکتے ہیں

اگر قالین پر داغ دھبے لگ چکے ہیں تو اس کو فوراً تبدیل کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی کچھ چیزوں کا استعمال کرکے ان داغ دھبوں کو دور کیا جاسکتا ہے۔ وہ چیزیں کیا ہیں۔آیئے آپ بھی ان کے بارے میں جانیئے۔

سرکہ: داغ دھبے صاف کرنے کے لئے سرکے کو سپر ہیرو مانا جاتا ہے۔اس سپر ہیرو کا استعمال کرکے داغ کس طرح دور ہوسکتے ہیں؟ اس کی تراکیب مندرجہ ذیل ہیں:

اگر قالین پر لگا ہوا داغ ہلکا ہے تو پھر یہ تراکیب آزمائیں ایک پیالے دو کھانے کے چمچے نمک اور آدھا کپ سفید سرکہ ڈالیں۔ ان دونوں چیزوں کو چمچ کی مدد سے اچھی طرح مکس کریں۔ اس مکسچر کو داغ والی جگہ پر لگائیں پھر مکسچر کو سوکھنے دیں۔ جب سوکھ جائے تو ویکیوم کلینز پھیرلیں داغ صاف ہوجائے گا۔

کیچڑ یا مٹی والے داغوں کو صاف کرنے کے لئے پیالے میں ایک کھانے کا چمچہ سرکہ اور ایک کھانے کا چمچہ میدہ ڈال کر پیسٹ سا بنالیں۔ اس

پیسٹ کو کسی کپڑے پر لگا کر داغ والی جگہ پر لگائیں۔ دو دن تک اس پیسٹ کو لگا رہنے دیں دو دن بعد تنکے والی جھاڑو یا پھر ویکیوم کلینر کی مدد سے صاف کرلیں اگر رنگ و روغن کرنے کے دوران قالین پر دھبہ لگ گیا ہے تو ڈیڑھ چائے کے چمچے میں ڈٹرجنٹ پاؤڈر اور دو کپ پانی ڈال کر مکسچر بنالیں۔ اس مکسچر کو اسفنج کی مدد سے دھبے والی جگہ پر لگائیں اور اسفنج کو رگڑ کر بعد میں ٹھنڈے پانی سے مکسچر کو صاف صاف کر کے اسے خشک ہونے دیں۔

اگر پھلوں کا رس قالین پر گر گیا ہے تو ایک کھانے کا چمچہ واشنگ پاؤڈر اور ڈیڑھ کھانے کا چمچ سفید سرکہ ڈال کر مکس کریں۔ اس مکسچر کو دھبے پر لگائیں جب سوکھ جائے تو برش کی مدد سے صاف کردیں۔ چائے یا کافی کے دھبوں کو صاف کرنے کے لئے برابر مقدار میں سفید سرکہ اور پانی لیں۔ اس داغ پر اچھی طرح لگائیں اسفنج کی مدد سے رگڑیں داغ صاف ہوجائے گا۔

امونیا: قالین سے داغ دور کرنے کے لئے امونیا بھی موثر پایا گیا ہے۔ ایک کپ کلیئر امونیا میں 2 لیٹر کے قریب نیم گرم پانی شامل کریں۔ اس مکسچر کو داغ پر دو سے تین مرتبہ لگائیں۔ جب سوکھ جائے تو پھر سے لگائیں اس عمل کو اس وقت تک دہرائیں جب تک داغ صاف نہ ہوجائے۔

میدہ: اگر آپ کے بچے نے Ink قالین پر گرادی ہے اور داغ اس پر سے نہیں جارہا تو روئیں نہیں بلکہ تھوڑے سے دودھ میں میدے ملا کر ایک پیسٹ سا بنالیں اس پیسٹ کو انک والے دھبے پر لگائیں۔ کچھ گھنٹوں کے لئے لگا کر چھوڑ دیں پھر اس کو کسی برش کی مدد سے صاف کرلیں۔

نمک: اگر قالین پر بچوں نے بیٹھ کر کھانا کھالیا اور سالن گرا کر قالین کو داغدار کردیا تو پھر ایک حصہ نمک اور 4 حصے الکوحل لے کر اسے داغ کی جگہ پر رگڑیں۔ اسی طرح اگر بچوں نے کیچپ گرادیا ہے تو اس کو سوکھنے سے قبل ہی اس پر نمک چھڑک دیں پھر اس کو ویکیوم کلینر یا اسفنج کی مدد سے رگڑتی رہیں اور نمک چھڑکتی رہیں جب تک داغ صاف نہ ہوجائیں ہائیڈروجن پرآکسائیڈ بعض اوقات آپ کو اندازہ نہیں ہو پاتا کہ قالین پر لگا ہوا داغ کس چیز کا ہے ایسے داغ کو مٹانے کے لئے ہائیڈروجن پرآکسائیڈ کا استعمال کریں۔ ایک پیالے میں ایک چوتھائی چائے کا چمچ ہائیڈروجن پرآکسائیڈ اور تھوڑی سی کریم آف ٹارٹر ملائیں۔ اگر کریم آف ٹارٹر نہ ملے تو کوئی بھی بغیر جیل والا ٹوتھ پیسٹ ملالیں پھر اس پیسٹ کو نرم کپڑے کی مدد سے قالین پر رگڑیں کیسا بھی داغ ہو اس مکسچر کو لگانے کے بعد صاف ہوجائے گا۔

بیکنگ سوڈا: اگر بچوں نے قالین پر قے کردی ہے تو بیکنگ سوڈا اس کے داغ کو صاف کرنے کے لئے سب سے بہترین چوائس ہے اس جگہ کو صاف کرنے کے بعد اس پر بیکنگ سوڈا چھڑک دیں پھر اس پر تولیہ سے دبائیں جب سوکھ جائے گا تو بیکنگ سوڈا نہ صرف داغ کو صاف کرے گا بلکہ ناگوار بدبو کو بھی دور کرے گا۔

آئس کیوبز: اگر قالین پر چیونگم چپک گئی ہے تو اس پر آئس کیوبز پھیریں ساتھ ہی چھری کی مدد سے چیونگم ہٹانے کی کوشش کریں اگر اس کے ساتھ ڈرائی کلینر پاؤڈر بھی رگڑیں تو فوراً چیونگم قالین سے صاف ہوجائے گی۔ ☆☆☆☆☆

پاکستان عوامی تحریک اور منہاج القرآن ویمن لیگ کی سرگرمیاں

حج تربیتی ورکشاپ برائے خواتین

منہاج القرآن ویمن لیگ پشاور کے زیر اہتمام حج تربیتی ورکشاپ کا اہتمام کیا گیا۔ اس ورکشاپ کو کامیاب بنانے میں مسز زاہدہ نور پرنسپل کڈز سکولز سسٹم نے بھرپور تعاون کیا۔ ڈسٹرکٹ ناظمہ محترمہ زرتاج بخاری اور ان کی ٹیم نے بھرپور ورک کیا اور اس ورکشاپ کو کامیاب بنایا۔ منہاج نعت کونسل نے نعت خوانی کے ذریعے اسی ورکشاپ کو پرکیف بنادیا تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد تلبیہ کے ترانے سے فضا گونج اٹھتی۔ صدر منہاج ویمن لیگ پشاور مسز معین مناسک حج کی ادائیگی اور خواتین کے مسائل کے حل پر بھرپور لیکچر دیا اور حج کے روحانی فیوضات کے بارے میں اس کو آگاہ کیا۔ ٹھنڈے مشروبات سے مہمانوں کی تواضع کی گئی۔

آخر میں مسز روبینہ معین نے دعا کرائی اور آج 16 اگست کو ملک بھر میں ہونے والی ریلیز اور احتجاجی دھرنوں کی کامیابی کے لئے دعا کی۔ تحریک قصاص، قائد انقلاب کی صحت اور مشن کی کامیابی و سرخروئی کی دعا کے ساتھ اس خوبصورت روحانی تربیتی ورکشاپ کا اختتام ہوا۔

جونیئر اسلامک لرننگ کیمپ (گوجرانوالہ)

گذشتہ ماہ منہاج کڈز فورم (Eagers) کے پلیٹ فارم سے گوجرانوالہ میں جونیئر اسلامک لرننگ کیمپ کا انعقاد کیا گیا۔ جس میں گوجرانوالہ کی ویمن لیگ کی صدر محترمہ حریرہ باور، ناظمہ نسرین اسلم اور ان کی پوری ٹیم نے بھرپور خدمات انجام دیں، پہلی تربیتی نشست والدین کے ساتھ کی گئی بعد ازاں باقی نشستوں میں بچوں کی اخلاقی، روحانی، دینی اور دنیاوی تربیت کی گئی اور جدید Tolls کو استعمال عمل میں لایا گیا۔ بچوں کو اسلامک Facts صرف بتائے یا سنائے نہیں گئے بلکہ دکھائے بھی گئے۔

جونیئر اسلامک لرننگ کیمپ قطر

منہاج کڈز فورم (ایگرز) کے زیر اہتمام جونیئر اسلامک لرننگ کیمپ کا آغاز قطر میں کیا گیا۔ اس میں شرکت کرنے والے بچوں کی تعداد 25 تھی۔ اس کیمپ میں بچوں کی اخلاقی، روحانی تربیت کی گئی اور جدید

Tools کا استعمال کرتے ہوئے اسلام اور سائنس کو ایک ساتھ اجاگر کیا۔ بعد ازاں Eagers کے ذریعہ وہاں باقاعدہ Activities کا سلسلہ شروع کیا جائے گا۔

منہاج ویلفیئر فاؤنڈیشن کے تحت اجتماعی قربانی 2016

منہاج ویلفیئر فاؤنڈیشن کے تحت لاہور (مرکزی قربان گاہ) میں 15 سو سے زائد جانوروں کی قربانی دے کر سنت ابراہیمی کو ادا کیا گیا۔ گوشت ایک نظم کے تحت غریبوں، یتیموں اور ضرورت مندوں میں تقسیم کیا گیا۔

ڈائریکٹر منہاج ویلفیئر فاؤنڈیشن سید امجد علی شاہ نے مرکزی قربان میں مستحق افراد میں گوشت تقسیم کرتے ہوئے کہا کہ منہاج ویلفیئر فاؤنڈیشن بلاامتیاز رنگ ونسل اور جنس و مذہب، خدمت انسانیت کیلئے کوشاں ہے۔ ملک بھر میں منہاج ویلفیئر فاؤنڈیشن کے تحت 5 ہزار سے زائد جانور ذبح کیے گئے۔ لاہور میں بننے والی مرکزی قربان گاہ میں 15 سو سے زائد گائے، بکرے، چھترے اور دنبے ذبح کر کے ان کا گوشت غریبوں، یتیموں اور ضرورت مندوں میں تقسیم کیا گیا۔ مرکزی قربان گاہ میں حفظان صحت کے اصولوں کو مدنظر رکھتے ہوئے گوشت کو محفوظ کرنے کیلئے برف کا ایک وسیع فرش بنایا گیا تھا۔ جانور کے ذبح ہونے سے گوشت بنانے اوراسکی تقسیم کے تمام کاموں کیلئے شاندار انتظامات کیے گئے تھے۔

سید امجد شاہ نے بتایا کہ بڑے جانوروں میں حصہ ڈالنے والے افراد کو ان کا حصہ گھروں تک پہنچانے کیلئے درجنوں گاڑیوں کا انتظام کیا گیا تھا۔ گاڑیوں میں بھی برف کے بلاکس رکھے گئے تھے۔ انہوں نے کہا کہ عید کے تینوں روز کھانا پکا کر منہاج القرآن یوتھ لیگ، منہاج القرآن ویمن لیگ اور مصطفوی سٹوڈنٹس موومنٹ

اظہار تعزیت

محترمہ تسنیم آصف ناظمہ کینٹ ٹاؤن کے جواں سالہ بھائی کشمیر کے محاذ میں جام شہادت نوش پا گئے۔

محترمہ سلمٰی بشیر صدر دینہ کے بیٹے قضائے الٰہی سے انتقال کر گئے۔

عذرا ظفر ناظمہ دعوت نشتر ٹاؤن D کی ہمشیرہ قضائے الٰہی سے وفات پا گئیں۔

انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اللہ تعالیٰ مرحومین کو اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین

کے رضا کار ہسپتالوں، جیلوں اور یتیم خانوں میں تقسیم کرتے رہے۔ سید امجد شاہ نے بتایا کہ منہاج ویلفیئر نے مستحق افراد میں گوشت کی تقسیم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات کی روشنی میں اپنا فریضہ سمجھتے ہوئے کی ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ ''وہ شخص مومن نہیں ہوسکتا جو خود تو پیٹ بھر کر کھائے اور اس کا پڑوسی بھوکا سوئے''۔

ڈائریکٹر منہاج ویلفیئر فاؤنڈیشن نے مزید کہا کہ قربانی کی کھالوں سے ہونے والی آمدن تعلیم، صحت اور دیگر فلاحی منصوبہ جات پر خرچ کی جائیگی۔

مبارکبادی

شیخ الاسلام کی قیادت میں شروع ہونے والی تحریک قصاص کے تحت ہونے والے 16 اگست تا 21 اگست دھرنوں میں شاندار کارکردگی اور دھرنے کو کامیاب بنانے پر شیخ الاسلام نے لاہور اور سنٹرل پنجاب بھر کی تمام تنظیمات و کارکنان کو خصوصی پیار و مبارکباد دی ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ پاک آپ کو مشن مصطفوی ﷺ پر استقامت عطا فرمائے اور ہمیشہ مصطفوی انقلاب کے ہراول دستے میں شامل رکھے۔

(زونل ناظمہ لاہور عطیہ بنین، زونل ناظمہ سنٹرل پنجاب انیلہ الیاس ڈوگر)

☆☆☆☆☆

انا للہ وانا الیہ راجعون

گذشتہ دنوں مرکزی سیکرٹری کوآرڈینیشن پاکستان عوامی تحریک محترم ساجد محمود بھٹی صاحب کی والدہ محترمہ قضائے الٰہی سے انتقال فرما گئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری، چیئرمین سپریم کونسل ڈاکٹر حسن محی الدین قادری، مرکزی صدر تحریک منہاج القرآن ڈاکٹر حسین محی الدین قادری، مرکزی امیر تحریک صاحبزادہ مسکین فیض الرحمٰن درانی، ناظم اعلیٰ تحریک محترم خرم نواز گنڈا پور اور دیگر قائدین تحریک نے نہایت افسوس کا اظہار کرتے ہوئے مرحومہ کے لئے دعائے مغفرت فرمائی اور مرحومہ کے جملہ پسماندگان کے لئے صبر جمیل کی دعا کی۔

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری اپنے صاحبزادگان اور مرکزی قائدین و کارکنان کے ہمراہ
جامع مسجد ماڈل ٹاؤن میں نماز عید الاضحیٰ ادا کرتے ہوئے

منہاج ویلفیئر فاؤنڈیشن کے زیر اہتمام ’’اجتماعی قربانی‘‘

پشاور میں حج و عمرہ کے متعلق تربیتی ورکشاپ

اہلِ بیتِ اطہار اور شہادتِ امامِ حسین پر شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی تصانیف
الاجابة في مناقب القرابة
كنز المطالب في مناقب علي بن أبي طالب
السيف الجلي على منكر ولايت علي
ذبحِ عظیم
شہادت امام حسین
مرج البحرين في مناقب الحسنين
شہادت امام حسین (فلسفہ و تعلیمات)
الدرة البيضاء في مناقب فاطمة الزهراء
حسن المآب في ذكر أبي تراب
القول المعتبر في الإمام المنتظر
شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری
کے علمی و عملی، اخلاقی و روحانی، تعلیمی و سائنسی، فقہی و قانونی، انقلابی اور فکری و عصری موضوعات پر
500 سے زائد کتب دستیاب ہیں